"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
المصلح الموعودؓ

ماہنامہ خالد ربوہ

وادئ نیلم کے سبزہ زار کا ایک منظر

امان ۱۳۵۸ ہش
مارچ ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۶ ــــ شمارہ ۵

امان - ۱۳۵۸ ہش

مارچ - ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

نائبین

محمد الیاس منیر ٭ سید حسین احمد

ــــ ہدایت اللہ ناصر ــــ

پبلشر:- محمد شفیق قیصر و پرنٹر:- عبد الحی

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ - و مقام اشاعت

ــــ دفتر ماہنامہ خالد - دار الصدر جنوبی ربوہ ــــ

فہرست

قیمت سالانہ پندرہ روپے - فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

اداریہ

حرّیتِ مذہب اور آزادئ ضمیر کے علمبردار

• اے آزادئ مذہب و ضمیر کے علمبردارو!

• اے خدائے واحد کی پیغامبری کے دعویدارو!

• اے اخلاقیات کا درس دینے والو!

• اے نیکی اور امن و آشتی کی تعلیم دینے والو!

• اے ہولناک عذابوں سے ڈرانے والو!

"اب تمہارے لئے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو ہمارے ملک کو چھوڑ دو۔ یا اپنے مذہب کو خیرباد کہہ دو"۔

ہزاروں سال پہلے فضائے عالم میں منتشر آوازوں کی یہ ایک صدائے بازگشت ہے۔ نظارہ کچھ اس طرح کا ہے کہ ایک طرف کچھ بزرگ اور مقدس ہستیاں ہیں جن کے باریش، بارُعب نورانی چہرے گمراہ دنیا کو خدا کی یاد دلا رہے ہیں۔ جن کی پاکیزہ زندگیاں خلقِ خدا کو دعوتِ عمل دے رہی ہیں۔ خدا کے یہ پیارے بڑی محبت سے اس کی مخلوق کو توحید اور اخلاق کی تعلیم دے رہے ہیں ــــ دوسری طرف کچھ شریر، بدطینت، مفسد، متعصب اور خود غرض لوگ ہیں۔ جو خدا سے بیگانہ اور مذہب سے کوسوں دور ہیں۔

یہ دوسرا گروہ ہمیں مقدسوں کے پہلے گروہ سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔ خدا کے ان نیک بندوں کو صرف ملک بدر کر دینے کی دھمکی نہیں دی جاتی بلکہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو کہا جاتا ہے کہ

"تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے، تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائیگا تمہیں صلیب پر لٹکا دیا جائیگا۔ تمہیں سنگسار کیا جائیگا"۔

وہ بزرگ بڑے تحمل، وقار اور متانت سے جواب دیتے ہیں:۔

• "جو چاہو کر لو۔ ہمارا بھروسہ خدا کی ذات پر ہے ہم اس کی خاطر تمہارے یہ دکھ اور مظالم برداشت کرتے چلے جائیں گے مگر اپنے سچے مذہب کو کبھی نہ چھوڑیں گے اور ہماری اس خدا کے حضور التجا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچ کے مطابق فیصلہ فرما کہ تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

پھر دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ ان شریر درندوں نے صرف دھمکیوں پر اکتفا نہیں کی بلکہ خدائے واحد کے ان پرستاروں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان بے گناہوں کو مارا پیٹا گیا۔ بے عزت اور ذلیل کیا گیا مال و جائداد سے بے دخل کیا گیا۔ بیوی بچوں سے محروم کیا گیا۔ حتیٰ کہ ان کے خونوں سے ہاتھ رنگنے سے بھی دریغ نہیں

کیا گیا۔ وہ معصوم یہ کہتے رہ گئے کہ کیا ہمیں صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ ہاں ہاں! صرف اور صرف اسی گناہ کی پاداش میں ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ آروں سے چیرا گیا کہ انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز اور حق وصداقت کا نعرہ بلند کیا تھا۔۔۔۔

کون ہیں یہ بزرگ ہستیاں؟ یہ آہنی عزم اور کوہ وقار انسان کون ہیں؟ یہ ہیں حریت مذہب کے محافظ اور آزادئ ضمیر کے علمبردار خدا کے فرستادہ نبی اور رسول۔ جن کے سرتاج ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے بھی جب وادئ بطحاء سے نعرۂ توحید بلند کیا تو مذہبی آزادی کے مخالف اور متعصب لوگوں نے اسے دبا دینا چاہا۔ نہایت بھاری بھرکم پتھران توحید پرستوں کے سینوں پر رکھے گئے مگر وہ کبھی اس نعرۂ احد کو دبا نہ سکے دہکتے ہوئے انگاروں کو انکے جسموں کی چربی نے پگھل پگھل کر ٹھنڈا تو کر دیا مگر ان کا جوش توحید سرد نہ ہوا۔ اور انہوں نے توحید کا پرچم اور حریت مذہب اور آزادئ ضمیر کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔ دکھ سہے۔ مظالم برداشت کئے حتیٰ کہ اس عَلَمِ آزادی کی حفاظت میں سر بھی کٹوا دیئے۔ اور تب بارگاہِ ربّ العزّت سے ارشاد ہوا کہ ظلم کا مقابلہ کرو۔ اور اب اس وقت تک تمہاری تلواریں نیام میں نہیں جائیں گی جبتک کہ مکمل مذہبی آزادی حاصل نہ ہو جائے۔ فرمایا۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔

آزادی کے اس عظیم علمبردار اس محسنِ انسانیت نے صرف اپنے لئے مکمل مذہبی آزادی حاصل نہیں کی۔ بلکہ ہر قوم، ہر مذہب و ملت اور ہر انسان کو اس کا حق آزادی دیا آپ نے عرب کے جنگل کے راج میں ضد و تعصب کے اس ماحول اور بغض و عداوت کی اس فضا میں تحفظ آزادئ ضمیر و مذہب کے جس مقدس آئین کا اعلان کیا اسکے بڑے نکات یہ ہیں:-

۱ خدا کی طرف سے سچائی آچکی ہے جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے (الکھف ۳۰)

۲ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ (البقرہ - ۲۵۷)

۳ ہم نے تجھے ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ تجھ پر صرف بات کا پہنچا دینا فرض ہے۔ (الشوریٰ ۴۹)

الغرض ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو آزادئ مذہب و ضمیر کے عظیم علمبردار تھے کی پوری زندگی اس مقدس آئین سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ میثاقِ مدینہ میں یہود کو مکمل آزادی کی ضمانت اور انکی شریعت کے مطابق انکے فیصلے، نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں انکے طریق پر عبادت کرنے کی فراخدلی سے اجازت، تمام غزوات میں مفتوح اقوام کو مکمل مذہبی آزادی دینا، خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر غیر مشروط معافی کا اعلان اور واجب القتل دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو بھی حریت مذہب کے ساتھ جان کی اماں۔ عبداللہ بن ابی سرح جیسے مرتدین سے عدم تعرض کر کے تبدیلی عقیدہ و مذہب کی آزادی روا رکھنا۔ آزادئ ضمیر و مذہب کے محافظ ہمارے سید و مولیٰ کی سیرت کے چیدہ چیدہ اور درخشندہ پہلو ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظام میں تحفظ آزادئ ضمیر و مذہب کا یہ مقدس آئین نافذ ہو جسے امن و آشتی کے پیغامبر نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش فرمایا تھا۔

مہدی علیہ السلام کی پیشگوئیاں

صداقتِ اسلام کا ایک بے نظیر نشان

> کرتا ہے معجزوں سے وہ یارِ دیں کو تازہ ❖ اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
>
> اپنے کئے کا ثمرہ لیکھو نے کیسا پایا ❖ آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے
>
> (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

--- جناب مولوی دوست محمد شاہد ربوہ ---

حدیثِ نبویؐ اور قتلِ لیکھرام

مصر کے مشہور محدث حضرت ابو عبداللہ نعیمؒ ابن حماد المروزیؒ سے ایک حدیثِ نبویؐ مروی ہے کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا جائیگا اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئے گی گواہی دے گی کہ وہ شخص غضبِ الٰہی سے مارا گیا۔ اور شیطان آواز دے گا کہ وہ مظلوم مارا گیا۔ حالانکہ اس کا مارا جانا مسیح موعودؑ کے لئے بطور نشان کے ہوگا۔ (بحوالہ اقتراب الساعۃ مؤلفہ سید ابوالخیر نور الحسن صفحہ ۱۰۸ طبع اوّل مطبوعہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء)

یہ عظیم الشان پُر ہیبت اور جلالی نشان انیسویں صدی کے بدترین معاندِ اسلام اور شاتمِ رسولؐ پنڈت لیکھرام کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کو درج ذیل کشف ہوا تھا۔

فرمایا:۔ "آج جو ۲؍ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴؍ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ مَیں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد و غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور مَیں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اَور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب مَیں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔"

(برکات الدعا، مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

پیشگوئی کی تفصیلات کا انکشاف

اس واضح کشف کے علاوہ خدائے قہار و جبار کی طرف سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو اس دشمنِ اسلام کی عبرتناک موت کے بہت سے پہلوؤں کی خبر دی گئی اور اس سلسلہ میں اس کی بہت سی ایسی جزئیات تک سے اطلاع دی گئی جو انسانی علم اور اٹکل سے بالاتر تھیں۔ اور جن کا اپنے منصوبہ یا سازش سے پورا کر کے دکھلانا کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کو بتایا گیا کہ لیکھرام آنحضرتؐ کی شانِ مبارک میں گستاخی اور بے باکی اور بدزبانی کی پاداش میں تیغ برّانِ محمدؐ کے ذریعہ جوانی کی حالت میں قتل ہوگا۔ کسی بیماری تپ، یا ہیضہ وغیرہ سے ہلاک نہ ہوگا۔ اس کے قتل کا واقعہ دلوں کو ہلا دے گا۔ یہ واقعہ چھ برس کے اندر ظہور میں آجائے گا۔ روزِ قتل شنبہ کا دن ہوگا۔ اور وہ عید کے دن سے ملا ہوگا۔ یعنی شوال کی دوسری تاریخ ہوگی۔ وہ گوسالہ سامری[1] کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا۔ نیز یہ نشان حضورؑ کی زندگی میں ظاہر ہوگا۔ بلکہ اس نشانِ قتل تک سر سید احمد خاں (بانی علی گڑھ کالج) بھی زندہ رہیں گے۔ اور اس نشان کے ظہور کے بعد ہندوستان میں طاعون پھیلے گی اور بالآخر ایک دوسرے شخص کے قتل سے، جو لیکھرام کا رُوپ اور بروز ہوگا اس خارق عادت نشان کے آسمانی ہونے پر ہمیشہ کے لئے مہر تصدیق ثبت ہو جائے گی۔

ذیل میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی اس نشان سے پہلی کی بعض ایسی تحریرات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر انہی دنوں پورے ملک میں بکثرت شائع بھی ہو گئی تھیں۔

اوّل:- ؎ الا اے دشمنِ نادان و بے راہ ✤ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

(اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

یعنی "اے لیکھرام تو کیوں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تلوار سے جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی کیوں نہیں ڈرتا۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸۵)

دوم:- "اللہ جل شانہ کی طرف سے الہام یہ ہوا:- عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ - لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ"

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

سوم:- "آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو بیس[20] فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے

---

[1] قرآن مجید میں اس کا ذکر سورۃ اعراف: ۱۴۹-۱۵۱ سورۃ طٰہٰ: ۸۶-۹۷-۹۸ میں کیا گیا ہے۔

عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا۔" (ایضاً)

چہارم:- "وَعَدَنِیْ رَبِّیْ وَاسْتَجَابَ دُعَائِیْ فِیْ رَجُلٍ مُفْسِدٍ عَدُوِّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ الْمُسَمّٰی لیکھرام الفشاوری وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ مِنَ الْھَالِکِیْنَ - اِنَّہٗ کَانَ یَسُبُّ نَبِیَّ اللّٰہِ وَیَتَکَلَّمُ فِیْ شَانِہٖ بِکَلِمَاتٍ خَبِیْثَۃٍ فَدَعَوْتُ عَلَیْہِ فَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ بِمَوْتِہٖ فِیْ سِتِّ سَنَۃٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلطَّالِبِیْنَ -

(رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء)

یعنی خدا تعالےٰ نے ایک فساد انگیز شخص کی نسبت جو اللہ اور رسولؐ کا دشمن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام پشاوری ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب مَیں نے اس پر بددعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ان کے لئے نشان ہے جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔

پنجم:- ؎ وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَقَالَ مُبَشِّرًا   سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ -

(کرامات الصادقین صفحہ ۵۴)

ترجمہ - میرے ربّ نے مجھے بشارت دی اور بشارت دے کر کہا کہ تو عنقریب عید کے دن کو پہچان لیگا اور عید اس سے قریب تر ہوگی۔

ششم:- "یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ - یعنی چھ میں اس کا کام تمام کیا جائیگا۔" (استفتاء اُردو صفحہ ۱۲ حاشیہ)

ہفتم:- "میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت کے بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔"

(مکتوب حضرت مسیح موعودؑ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء مندرجہ الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۵۱ء صفحہ ۴)

ہشتم:- حضرت اقدسؑ نے سرسید احمد خاں کو مخاطب کر کے اپنی کتاب "برکات الدعاء" میں چند فارسی اشعار کہے۔ جن میں سے ایک شعر میں آپ نے فرمایا کہ لیکھرام کی موت کیلئے مَیں نے دُعا کی ہے اور وہ دُعا قبول ہو گئی ہے سو آپ کے لئے جو قبولیت دعا کے منکر ہیں یہ نمونہ دعائے مستجاب کافی ہے۔ یہ فارسی شعر حسب ذیل تھا ؎

ہاں مکن انکار زیں اسرارِ قدرتہائے حق ٭ قصّہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

جیسا کہ حضور نے حاشیہ میں وضاحت فرمائی دعائے مستجاب سے مراد لیکھرام کی موت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پُرشوکت اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان پیشگوئیوں کو شائع کر کے ایک زبردست اور پُرشوکت اعلان بھی فرمایا۔

جو حضور کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

"سو اب مَیں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ مَیں خدا کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی رُوح سے میرا نطق ہے اور اگر مَیں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کیلئے میں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسّہ ڈالکر کسی سُولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھکر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصوّر سے بھی بدن کانپتا ہے اسکی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں کون مسلمان ہے جو اُن کتابوں کو سُنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔"

"اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے۔"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

لیکھرام کا مفتریانہ الہام

پنڈت لیکھرام نے اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ میں اپنے قتل کی نسبت پیشگوئی نقل کر کے اسے شہرت دے دی چنانچہ لکھا:۔ "اس نے جبرائیل بھیج، قادیانی کے کان میں ہماری موت کا الہام سُنایا" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۳۲)

حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی کے مقابل یہ "الہام" شائع کیا کہ آپ تین سال کے اندر فوت ہو جائیں گے اور آپکی اولاد اور جماعت تک کا نام و نشان ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ چنانچہ اس نے لکھا :۔

(الف) "مَیں نے عرض کیا کہ بارِ خدایا ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا۔ جو بندگانِ ایزدی کو گمراہ کرتا ہے فرمایا ابھی اسکے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے تین سال میں سزا دی جائے گی۔" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۵-۴۹۶)

(ب) "آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائیگی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی ... خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلّت اور خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جائیگا۔" (ایضاً صفحہ ۴۹۶)

(ج) "ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا (مصلح موعود۔ ناقل) کیا تین سال کے اندر اندر آپکا خاتمہ ہو جائیگا اور آپ کی ذرّیت سے کوئی باقی نہ رہے گا۔" (ایضاً صفحہ ۵۰۱)

نہ صرف لیکھرام نے اپنے اس مصنوعی اور بناوٹی الہام میں ناکامی اور نامرادی کا عبرتناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ آئندہ چل کر اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ، آپ کی مبشر اولاد اور جماعت کو ایسی ایسی حیرت انگیز

نصرتوں سے نوازا کہ ساری دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی !!

لیکھرام کا پیشگوئیوں کے مطابق قتل ۔

جہاں لیکھرام کا "الہام" اس کی زندگی میں ہی جھوٹا نکلا وہاں وہ پیش خبریوں کے عین مطابق عید الفطر کے دوسرے روز ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو "تیغِ بُرّانِ محمدؐ" سے قتل کر دیا گیا اور ٹھیک گوسالہ سامری کی طرح شنبہ کے دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور اسی کی طرح اس کی ہڈیاں نذرِ آتش کر کے دریا میں پھینک دی گئیں۔ اور پھر سر سید احمد خاں بھی اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک انہوں نے اپنی آنکھوں سے "دعائے مستجاب" کا عملی رنگ میں ظہور مشاہدہ نہیں کر لیا۔

یہ ایک نشان ہی آریہ قوم کو اسلام کی چوکھٹ پر لانے کے لئے کافی تھا مگر افسوس اس خدا ناترس قوم اور اس کے اخبارات نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام عائد کر دیا کہ آپ نے باقاعدہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لیکھرام کو قتل کرا دیا ہے۔ آریوں کے یہ ظالمانہ رویہ دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے سامنے یہ آسان طریق فیصلہ رکھا کہ اگر کسی کو یہ خیال ہے کہ واقعی میں نے یہ منصوبہ باندھا ہے تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھائے اور دعا کرے کہ اگر اس کا یہ خیال درست نہیں تو مجھ پر ایک سال کے اندر اندر عذاب نازل فرما۔ حضور نے اس طریق فیصلہ کے بعد مزید لکھا "اگر یہ شخص ایک برس تک میری بد دعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے۔" (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۵۲)

مگر کسی آریہ کو یہ قسم کھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

"پیسہ اخبار" لاہور نے اپنی ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں پُرزور آواز بلند کی اور لکھا کہ "ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لائق تعلیم یافتہ اور عالم مرید پیر کی قتل اور ریاکاری کی سازشوں میں شریک رہ سکیں۔"

شمالی ہند کے اس مشہور و مقتدر مسلم اخبار نے ۲۰ مارچ، ۳ اپریل اور ۱۰ اپریل ۱۸۹۷ء کے پرچوں میں بھی اس پیشگوئی کے بارے میں مفید نوٹ شائع کئے۔

حضرت اقدس کو عالم کشف میں لیکھرام کے بعد ایک دوسرے شخص کے قتل کی جو خبر دی گئی تھی وہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو (آپ کے وصال کے ۱۸ سال بعد) پنڈت شردھانند کے قتل سے پوری ہو گئی جو لیکھرام کی طرح اسلام کا پکا دشمن اور اسی کی طرح بدزبان تھا۔

مسلمانانِ ہند کا اعترافِ حق

قتلِ لیکھرام کا واقعہ اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایسا چمکتا ہوا نشان تھا کہ ہزاروں مسلمانانِ ہند نے تحریری طور پر اس کے لفظاً لفظاً پورے ہونے کا اعتراف کیا۔ ان میں متعدد بڑے بڑے نامی گرامی علماء اور گدی نشین

(باقی صفحہ ۴۵ پر دیکھیں)

سیرت و سوانح

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

(جناب محمود مجیب اصغر انجینئر - لاہور)

عظمت بلالی

ایک امریکی مؤرخ لکھتا ہے:۔ کہ "بانیٔ اسلام کے وصال کے سو برس بعد آپ کے پیرو اس سلطنت کے مالک بن گئے جو رومی سلطنت کے عہدِ شباب سے بھی زیادہ وسیع تھی۔ یہ سلطنت خلیج بسکے سے لیکر دریائے سندھ تک اور حدود چین بحیرہ خوارزم شاہ (بحیرہ ارال) سے دریائے نیل کے بالائی آبشاروں تک پھیلی ہوئی تھی پیغمبرِ عرب کا نام خدائے احد کے نام کے ساتھ جنوبی و مغربی یورپ۔ شمالی افریقہ اور وسطی و مغربی ایشیا کے ہزاروں میناروں پر دن میں پانچ وقت پکارا جاتا تھا" (بحوالہ تاریخ اسلام حصہ دوم از غلام رسول مہر طبع ۱۹۵۱ء)

خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں اسلامی حکومت پورے عروج پر تھی جس کی عظمت اور عروج و اقبال کی وجہ سے رومن حکومت قسطنطنیہ میں بننے والی تمام اشرفیوں پر خلیفہ اور اس کے بیٹوں کا نام کندہ کیا کرتی تھی اور بیس لاکھ اشرفی سالانہ خراج ادا کرتی تھی۔

ہارون رشید کے دربار میں ایک مرتبہ ایک حبشی سفیر آیا۔ تو ہارون رشید نے تخت سے نیچے اتر کر اس کا استقبال کیا۔ اور اس کی بہت عزت کی۔ درباری بہت حیران ہوئے کہ جو بادشاہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا وہ ایک حبشی کے احترام میں کیوں کھڑا ہو گیا ہمت کر کے ہارون کے ایک بچپن کے استاد نے پوچھا۔ تو ہارون نے بتایا کہ "میں اس سفیر کی وجہ سے اپنے تخت سے نہیں اٹھا تھا بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظمت کی وجہ سے اترا تھا کیونکہ میرے دل میں اس وقت یہ خیال آیا کہ یہ شخص بلال رضی اللہ عنہ کی قوم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے میں بلال رضی اللہ عنہ کے اعزاز میں اپنے تخت سے نیچے اتر آیا"

یہ وہی بلالؓ ہیں جو ایک حبشی غلام تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ابتدائی صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اپنے خون سے شجرِ اسلام کی

آبیاری کی۔

حضرت بلالؓ کی شخصیت

حضرت بلالؓ کے والد رباح اور والدہ حمامہ حبشہ کے جنگی قیدیوں میں سے تھے۔ حضرت بلالؓ کی جائے ولادت مقام سراۃ تھا اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت بلالؓ مکہ کے ایک رئیس امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ بلالؓ دعویٰ کے ابتدائی ایام میں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ان کی اس بیعت کے محرک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

ابتدائے اسلام میں جب اہل مکہ نے اسلام کو بزور دبا دینے کے لئے تشدد کا فیصلہ کیا تو اس ناقابل برداشت ظلم کی چکی میں پسنے والے ایک حضرت بلالؓ بھی تھے۔

جب گرمی کی شدت اور گرم پتھروں کا وزن بھی حضرت بلالؓ کے ایمان کو متزلزل نہ کر پاتا۔ تو ان کا مالک امیہ غصے سے بھر جاتا اور وہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور کہتا کہ ان کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اوپر سے گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ جس کی وجہ سے ان کا جسم لہولہان ہو جاتا۔ مگر وہ پھر بھی اَحَدٌ ۔ اَحَدٌ کہتے چلے جاتے......

ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اس عذاب میں دیکھ کر امیہ بن خلف سے کہا کہ تجھے اس مسکین کے بارے میں خدا کا کچھ خوف نہیں آتا؟ اس نے جواب دیا۔ تم نے ہی اسے بگاڑا ہے اب تم ہی اسے نجات دلاؤ۔ چنانچہ آپ نے امیہ کو پانچ اوقیہ سونا دیکر بلالؓ کو آزاد کروا دیا۔

یہی امیہ جنگ بدر میں حضرت بلالؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

بلالؓ بحیثیت مؤذن

ہجرت مدینہ کے بعد جب مسلمان آزادی سے عبادت کرنے کے قابل ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے پر مقرر فرمایا۔ حضرت بلالؓ "ش" کو "س" کہتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اذان میں جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی بجائے اَسْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے تو مدینہ کے ناواقف لوگ ہنسنے لگتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا: "تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اس کی اذان سنکر خوش ہوتا ہے۔"

روایتوں میں آتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں اذان کے دوران حضرت بلالؓ جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچتے تو فرط محبت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محبت کے جواب میں تبسم فرماتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

اس عاشقِ صادق نے اذان کہنا چھوڑ دی۔ آپ کا بیان
تھا کہ جب آپ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ
اللّٰہِ کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر
نہیں آتے تو یہ بات ان کے لئے ناقابلِ برداشت
ہو جاتی ہے اور وہ زار و قطار رونے لگتے ہیں۔
کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دمشق کی
مسجد میں لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ بلالؓ اذان
دیں۔ حضرت بلالؓ نے انکار کیا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ
سے درخواست کی۔ حضرت عمرؓ کے ارشاد پر بلالؓ نے
اذان دی۔ جو ان کی آخری اذان ثابت ہوئی کیونکہ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچ کر
وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فراق میں اتنے غمزدہ
ہوئے کہ گر کر بیہوش ہو گئے اور بعد میں جلد ہی
انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بلالؓ کی عزت افزائی

دنیا میں غلامی کی ابتداء جنگوں کے نتیجہ میں
ہوئی فاتح اقوام مفتوح فوج کے جنگجو لوگوں کو عموماً قتل
کر دیا کرتی تھیں اور ان کی عورتوں اور بچوں
کو قید کر کے غلام بنا لیا جاتا تھا اور ان غلاموں سے
مختلف قسم کے جبری کام لئے جاتے تھے یہ غلام مالک
کی مکمل ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ اور مالک جس طرح
چاہتا غلام سے کام لیتا۔ اور جس طرح چاہتا سزا دے
سکتا تھا اور اگر چاہتا تو فروخت بھی کر سکتا تھا۔ یہ
سلسلہ وسعت اختیار کرتا ہوا اس حد تک پہنچ گیا۔ کہ
غلاموں کی اولاد بھی غلام سمجھی جانے لگی۔ اور اس
طرح غلامی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو گیا۔
عرب کے لوگ خصوصیت کے ساتھ غلاموں کو
سخت حقیر اور ذلیل خیال کرتے تھے۔ اسلام کی
ابتدائی تعلیمات میں یہ بات بھی شامل تھی۔ کہ غلاموں
کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک ہونا چاہیئے اسی
لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے
ابتدائی ایام میں ہی مکہ میں آباد کئی غلام حلقہ بگوشِ
اسلام ہو گئے۔

اسلام لانے کے بعد غلاموں کو اسلامی سوسائٹی
میں جو مقام ملا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مسلم کی
ایک حدیث میں مذکور ہے:۔

"ایک دفعہ سلمانؓ اور صہیبؓ اور
بلالؓ وغیرہ جو آزاد شدہ غلام تھے
ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے
سے ابوسفیان کا گزر ہوا۔ تو انہوں
نے آپس میں کہا کہ یہ خدا کا دشمن
خدائی تلواروں سے بچ گیا ہے۔
حضرت ابوبکرؓ نے اُن کی یہ بات سُنی
تو انہیں فہمائش کی اور کہا کیا تم
قریش کے سردار کے متعلق ایسی بات
کہتے ہو۔ اس کے بعد ابوبکرؓ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور آپ سے سارا ماجرا
عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ!

تم نے بلالؓ وغیرہ کو کہیں ناراض تو
نہیں کر دیا؟ اگر تم نے انہیں ناراض
کیا ہے تو ان کی ناراضگی میں خدا کی
ناراضگی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً
بلالؓ وغیرہ کے پاس واپس آئے
اور کہا۔ بھائیو! تم میری بات پر
ناراض تو نہیں ہوئے۔ انہوں نے
کہا۔ نہیں بھائی! ہم ناراض نہیں
ہوئے فکر نہ کرو۔" (مسلم باب فضائل
سلمانؓ وصہیبؓ وبلالؓ)

جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنا ایک جھنڈا حضرت بلالؓ کو بھی عطا فرمایا۔ اور
اعلان فرمایا کہ جو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے پناہ لیگا
اُسے بھی معاف کر دیا جائیگا۔ یہ قریش مکہ سے ایک
بڑا حسین انتقام تھا۔ کہ وہ جسے مکہ والے گلیوں میں
گھسیٹتے تھے فتح مکہ کے روز ان سرداروں کی زندگی
حضرت بلالؓ کے جھنڈے تلے پناہ لینے میں مشروط
کر دی گئی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلالؓ
کے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے آپ کو سیدنا بلالؓ
کہا کرتے تھے۔ کہ وہ ہمارا سردار ہے۔ (بحوالہ بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت
میں ایک مرتبہ بلالؓ اپنے مصاحبی آقا حضرت عمرؓ کی
ملاقات کے لئے گئے اس وقت ابوسفیانؓ جیسے بڑے
بڑے رؤساء بھی حضرت عمرؓ کی ملاقات کے انتظار میں
دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بلالؓ
کی خبر پاکر ان رؤساء عرب پر (جو فتح مکہ کے بعد
مسلمان ہوئے تھے) فضیلت دیتے ہوئے بلالؓ
کو پہلے شرف ملاقات بخشا۔ جب بلالؓ ملاقات
سے فارغ ہو کر تشریف لے گئے تو پھر اس کے بعد
ان رؤساء عرب کی باری آئی اور پھر جب حضرت
عمرؓ کی مجلس میں بلالؓ کا ذکر آیا۔ تو حضرت عمرؓ
نے فرمایا۔ "بلالؓ ہمارا سردار ہے"۔
(بحوالہ اصابہ و اسد الغابہ احوال بلال و
ابی سفیان و سہیل بن عمرو)

یہ وہی بلالؓ تھے جن کی اسلام سے پہلے
رؤساء مکہ کے سامنے کوئی وقعت نہ ہوتی تھی لیکن
آج ان رؤساء کو مسلمان ہونے کے باوجود حسرت
سے کہنا پڑا کہ بلالؓ اور اس جیسے باقی غلام اسلام
کے ظہور سے پہلے ہمارے سامنے بالکل بے حقیقت
تھے لیکن آج وہ ہم سب سے زیادہ معزز ہیں۔

دنیائے اسلام میں لوگ اپنے بچوں کا بلال
نام رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دنیا میں بیشمار
مساجد کے نام حضرت بلالؓ کے نام پر رکھے گئے
ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابتدائی
صحابہ کرامؓ کی یاد میں شعب ابی طالب کے پاس
ایک مسجد ہے جسے مسجد بلالؓ کہتے ہیں۔

حرم شریف کے مشرق میں جبل ابی قبیس
واقع ہے۔ صفا کی پہاڑی کے بالمقابل سڑک کے

اس پار ابی قبیس کی پہاڑی کے اوپر ایک سفید مسجد بنی ہوئی ہے اسے مسجد بلال کہتے ہیں۔ شعب ابی طالب میں محاصرے کے دوران آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزہ شق القمر یہیں ظہور میں آیا تھا۔

یہ مسجد دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر مظالم کی یادگار ہے۔

مکی زندگی میں انفرادی طور پر صحابہؓ پر جو مظالم ہوئے اس بارے میں کسی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ حضرت بلالؓ پر بہت زیادہ مظالم ہوئے۔ اس لئے شعب ابی طالب کے قریب ایک مسجد بنا کر اس کا نام مسجد بلال رکھنا مکی دور کے مظالم کی ایک یادگار ہو سکتی ہے۔"

حضرت بلالؓ کے ایمان اور اخلاص اور قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنا قبول فرمایا کہ ان کے نام اور کردار کے ساتھ مسلمانانِ عالم کو ایک خاص محبت ہے اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۵ء کے موقع پر ابتدائی مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جو مظالم کی داستانیں ہیں ان میں سے صبر و استقامت کے اعلیٰ نمونہ کے طور پر حضرت بلالؓ کی داستان کو منتخب فرمایا۔

روحِ بلالی اور اس کا تقاضا

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے افتتاحی خطاب سالانہ اجتماع ۱۹۷۵ء میں فرمایا۔

"حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے شروع کے زمانہ میں آپؐ کے ماننے والوں کو بڑا دکھ دیا گیا۔ اس دکھ اور درد کی ایک لمبی داستان ہے اس کو تو میں اس وقت دہرا نہیں سکتا۔ صرف ایک مثال لیتا ہوں۔ اور وہ اس شخص کے بارہ میں ہے جو عربی النسل نہیں تھا ہماری طرح ایک عجمی تھا اور وہ تھا مکہ کے ایک رئیس امیّہ کا غلام ـــ بلال رضی اللہ عنہ ـــ اللہ تعالیٰ نے اس حبشی کے دل میں اپنا نور بھر دیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیار پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کی صحبت میں اسے خدا تعالیٰ سے اس قدر محبت اور پیار پیدا ہو گیا تھا کہ غلامی کی حالت میں اس کا مالک اسے مکہ کے تپتے ہوئے صحرا میں لے جاتا۔ پتھریلی زمین پر ننگا کر کے لٹا دیتا اور تپتے ہوئے پتھر اس کے سینہ پر رکھتا۔ اور اس سے کہتا خدائے واحد و یگانہ کی پرستش چھوڑ کر لات و عزیٰ کی پرستش کرو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو۔ آپ کا انکار کرو۔ تو

اس کے حلق سے اس حالت میں
بھی جو آواز نکلتی تھی وہ یہی تھی "احد"
"احد"۔ خدا واحد و یگانہ ہے۔
خدا واحد و یگانہ ہے۔ ہر احمدی میں
یہی روح بلالی پیدا ہونی چاہیئے۔
اگر دنیا کی ساری طاقتیں ہمارے
حقوق کو غصب کر کے اور انسانی اقدار
کو پس پشت ڈال کر اپنے غضب
کی تپتی ہوئی ریت پر ہمیں لٹا کر اور
تعصب کے سارے پہاڑ ہمارے
سینوں پر رکھدیں اور کہیں کہ خدائے
واحد و یگانہ کا انکار کرو اور محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر
کرو تو ہماری روح کی آواز یہی
ہوگی۔ احد۔ احد۔ اللہ اکبر۔ خاتم
الانبیاء زندہ باد۔ پس دنیا کی کوئی
طاقت ہم سے ہمارا ایمان نہیں
چھین سکتی۔ انشاء اللہ تعالےٰ
میرا یہ پیغام لیکر آپ یہاں سے
واپس جائیں اور ہر ایک احمدی کو
یہ بتائیں کہ وہ اپنے اندر روح بلالی
پیدا کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا کرے۔

حضرت بلالؓ کی روح ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ
ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں فنا ہو کر
نہایت بشاشت صبر اور استقلال کے ساتھ اُن
ابتلاؤں کو برداشت کریں۔ جو زمانہ کی طرف سے
الٰہی سلسلوں پر آتے ہیں۔

حضرت بلالؓ کی روح ہم سے یہ بھی تقاضا
کرتی ہے کہ جس طرح حضرت بلالؓ اللہ تعالیٰ کی توحید
اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کا ببانگِ دہل اعلان
کرتے تھے ہم بھی اللہ تعالےٰ کی توحید اور محمد
رسول اللہ کی رسالت کا اعلان کرنے کے لیئے
اپنے اوقات صرف کریں۔ اور احمدیت کا پیغام ساری
دنیا میں پھیلا کر خدا تعالےٰ اور رسولؐ کی محبت
کا حق ادا کر دیں۔ تا دنیا کا ہر انسان حضرت عمرؓ
کی طرح کہنے لگے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ
نَبِیًّا اور ہاں وہ حضرت مولانا نورالدینؓ کی طرح
اس بات کی بھی گواہی دے۔

رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِکَ
مَسِیْحًا وَّمَھْدِیًّا ۔

تبصرہ "عقیدت کے پھول"

جناب عبدالباری قیوم نے دو صد صفحات کے اس کتابچہ میں
۷۰ احمدی شعراء اور ۵ شاعرات کا نعتیہ کلام پہلی بار ایک
حسین گلدستہ کی صورت میں پیش کیا ہے ہمارے نزدیک جناب قیوم
صاحب کی یہ کاوش ایک بڑی سعادت ہے۔ خدا کرے عقیدت
کے پھولوں کا یہ نذرانہ درگاہِ رسولؐ میں مقبول ہو۔ وباللہ
التوفیق۔ قیمت غیر مجلد چھ روپے۔ مجلد -/۷ روپیے۔
ملنے کا پتہ:۔ قیوم اکیڈمی 9/18 دارالرحمت۔ ربوہ

قرآن اور سائنس

تخلیق انسانی کا عظیم معجزہ

★۔۔۔۔۔(جناب عطاء الرحمٰن طاہر۔ کراچی)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ (العلق) اللہ تعالیٰ نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

نیز فرمایا:۔ (۲) خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ (الدھر) یعنی ہم نے انسان کو ایسے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس میں مختلف قوتیں ملی ہوئی تھیں۔

اور فرمایا (۳) أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝ (المرسلات) یعنی کیا ہم نے تم کو ایک ذلیل پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا نہیں کیا۔ اور پھر اس کو ایک ایسی جگہ رکھ دیا جو اسے صحیح محفوظ رکھنے کے قابل تھی۔ اور جتنی مدت اس نطفہ کا رحم میں رکھنا مناسب تھا۔ اتنی مدت ہم نے اس کو رحم میں رکھا۔

پھر فرمایا۔ (۴) أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ (القیامۃ) یعنی کیا وہ کسی وقت پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو اپنی مناسب حال جگہ میں ڈالا گیا پھر وہ ایک چمٹنے والا لوتھڑا بن گیا۔ پھر اس (خدا) نے اس کو اور شکل میں بنا دیا اور آخر اسے مکمل کر دیا۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ایک عظیم معجزہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جو ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ میں آنے کی وجہ سے ایک حد تک ہماری توجہ اور دلچسپی کھو چکا ہے لیکن غور و فکر کرنیوالوں کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، خالقیت اور کبریائی کے بہت سے نشانات اور بیّن ثبوت ہیں۔ تخلیق انسانی اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم معجزہ ہے جو اگر اس کثرت کے ساتھ وقوع پذیر نہ ہوتا تو شاید حیرت سے ہماری زبانیں گنگ ہو جاتیں اور ہمارے سر اللہ تعالیٰ کی عظمت، شان اور قدرت کے اعتراف میں سجدے سے نہ اٹھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ بھی شان ہے کہ ایسا عظیم الشان معجزہ اتنا عام دیکھنے میں آتا ہے کہ ہم اس کے بارے میں غور تک کرنے کا تردد نہیں کرتے۔

سائنس کا ایک حقیقی طالب علم جب اس معجزہ کے عوامل پر ابتداء سے انتہا تک غور کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی صفت علیم اور اپنی کم مائیگی و بے علمی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے تب اس کے دل سے بے اختیار

یہ صدا بلند ہوتی ہے ۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

سائنس جوں جوں فطرت کے اسرار بے نقاب کرتی جاتی ہے توں توں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے بے پایاں ہونے کا یقین پختہ ہوتا چلا جاتا ہے ۔ قدرت کے لامحدود اسرار کا سمندر کبھی پوری طرح چھانا نہیں جا سکیگا اور ابھی تو ہم صرف ساحل سے اس کی وسعتوں کا اندازہ کر رہے ہیں ۔ بہرحال یہ نئی نئی دریافتیں خدا تعالیٰ پر ہمارے ایمان کو پختہ کرنے کا باعث بن رہی ہیں ۔

ایک عام انسان جو اپنے ماحول کے بارہ میں وسیع علم رکھتا ہے خود اپنی پیدائش کے معجزہ سے کلیتہً بے خبر ہوتا ہے ۔ ہم اپنے بارہ میں بہت کم جانتے ہیں حالانکہ اپنی تخلیق کے بارہ میں علم ہی ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں کسی اور ثبوت کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔ آج دنیا کے متعدد ممالک کی ایک درجن سے زائد لیبارٹریوں میں اسی موضوع پر تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ ۔ آئیے آج ہم لیبارٹریوں میں کام کرنے والے سائنسدانوں کے حاصل کردہ علم سے کچھ استفادہ کریں ۔

آپ جس وقت یہ مضمون پڑھ رہے ہیں اس کے دوران بھی آپ کے جسم کے اندر غیر محسوس طریقہ پر، بڑی خاموشی سے ایک مسلسل عمل ہو رہا ہے ۔ آپ کے جسم کے لاکھوں خلیے پیدا ہو کر مرنے والے پرانے خلیوں کی جگہ لے رہے ہیں ۔ اور جسم کے ہر حصے میں یہ عمل ہر وقت جاری رہتا ہے ۔ جس طرح ایک مکان یا ایک کئی منزلہ عمارت لاکھوں اینٹوں سے مل کر بنتی ہے اسی طرح ہر ذی روح (حیوانات یا نباتات) کا جسم کروڑوں اربوں اینٹوں سے مل کر بنتا ہے یہ اینٹیں (CELLS) خُلیے کہلاتے ہیں ۔

اینٹوں کی مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے ۔ ورنہ مٹی کی اینٹوں اور انسانی خلیوں میں اور کوئی قدر مشترک نہیں ۔ اینٹ مٹی یا سیمنٹ کا ایک ٹھوس ٹکڑا ہے جبکہ خلیہ اپنی جگہ ایک مکمل جاندار چیز ہے اسے غذا کی ضرورت ہے اس کا ایک اندرونی انفرادی نظام ہے جس کے تحت یہ غذا استعمال کرتا ہے ۔ یہ ایک اجتماعی نظام کا پابند ہے ۔ جس کے مختلف خلیے مل کر اجتماعی طور پر کام کرتے ہیں مثلاً جگر کے خلیے خون صاف کرتے ہیں تو معدے کی دیوار دل کے خلیے ہاضمے کے لئے رطوبتیں تیار کرتے ہیں ۔ آنکھ کے اندرونی خلیے (CONES & RODS) دیکھنے میں ممد ثابت ہوتے ہیں ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ ہر خلیہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ صرف طاقتور خوردبین سے ہی دکھائی دے سکتا ہے ۔
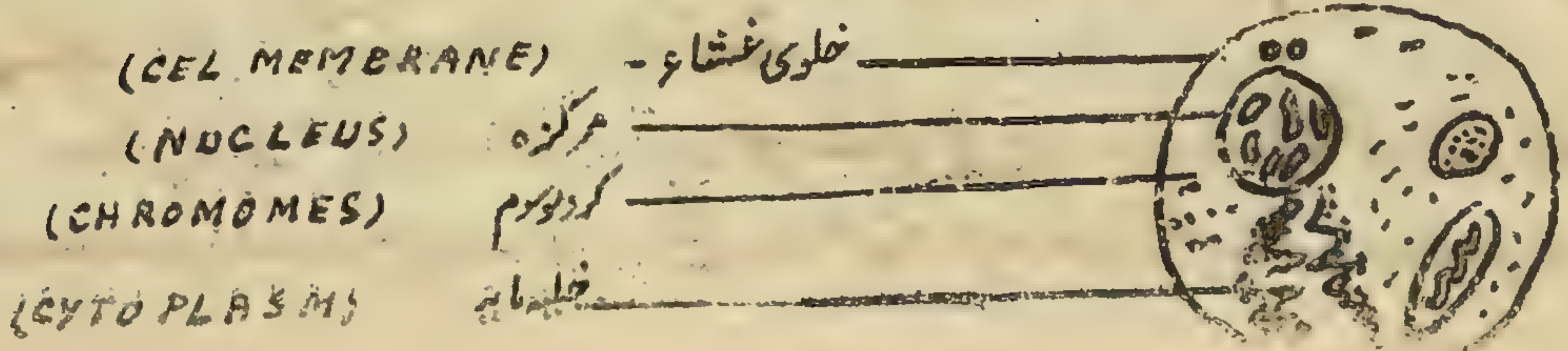
خلیے کے اندرونی انفرادی نظام کو سمجھنا ہو تو ایک شہر کی مثال لیجئے جس طرح ایک شہر کے اندر مختلف ادارے ہوتے ہیں۔ کوئی پانی کی سپلائی کا ادارہ ہے تو کہیں محکمہ خوراک کے دفاتر اور گودام ہیں۔ کہیں بجلی گھر اور بلدیہ کے دفاتر ہیں۔ بس اسی طرح ہر خلیے کے اندر ایک پورا شہر آباد ہے۔ غذا کی آمد کا انتظام اور گودام۔ کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کا انتظام۔ بجلی گھر۔ مرکزی دفاتر وغیرہ وغیرہ سبھی کچھ ایک خلیے میں ہوتا ہے شاید ایک شہر سے بھی زیادہ پیچیدہ نظام۔ پھر ہر خلیے میں کچھ کارخانے بھی ہیں جو حاصل کردہ غذا سے چلتے ہیں اور جسم کی ضرورت کے لئے متعدد کیمیکل اور دوسری اشیاء تیار کرتے ہیں۔

خلیے کی شکل وصورت کو سمجھنا ہو تو میں آپ کو ایک ماڈل کی مدد سے سمجھاتا ہوں۔ مرغی کا ایک انڈا لے کر اُسے اُبال لیں اب اس کا چھلکا علیحدہ کردیں۔ لیجئے انسانی خلیے کا ماڈل تیار ہے۔ ہر خلیے میں ایک "مرکزہ" ہوتا ہے۔ اسے آپ خلیے کی مرکزی حکومت کے دفاتر سمجھ لیں۔ مرکزہ (NUCLEUS) کے گرد ایک باریک جھلی ہوتی ہے اور جھلی کے گرد ایک مادہ جسے "خلیہ مایہ" یا CYTOPLASM کہتے ہیں۔ ہمارے اس ماڈل میں انڈے کی زردی مرکزہ ہے اور سفیدی خلیہ مایہ۔ خلیہ مایہ میں خلیے کے دوسرے ادارے مثلاً بجلی گھر MITOCHONDRIA اور خوراک کے گودام PROTEIN VACUOLES ہوتے ہیں جس طرح سفیدی کے باہر کی طرف ایک باریک جھلی ہوتی ہے جو شاید آپ نے انڈے کا چھلکا علیحدہ کرتے وقت اُتار کر پھینک دی ہوگی۔ اسی طرح خلیہ کے باہر ایک باریک جھلی ہوتی ہے جسے خلوی غشاء (CELL MEMBRANE) کہتے ہیں یہ جھلی مسام دار ہوتی ہے جو مرکزے کے احکامات کے تحت خوراک کے سالموں کو اندر داخل کرتی اور فضلے کو خارج کرتی ہے۔

انسانی جسم میں مختلف قسم کے خلیے ہوتے ہیں جن کی شکل وصورت اور سائز مختلف ہوتا ہے اسی طرح ان کے کام بھی مختلف ہوتے ہیں اعصابی خلیے دمدار ہوتے ہیں اور بعض اعصابی خلیوں کی دم تین فٹ تک لمبی ہوتی ہے جلد کے خلیے بہت چھوٹے اور لمبے ہوتے ہیں۔

تمام خلیے اپنی نسل بڑھا سکتے ہیں سوائے اعصابی خلیوں کے خلیہ کی پیدائش کا عمل بہت سادہ ہوتا ہے یہ درمیان میں سے دب کر پتلا ہونے لگتا ہے۔ اور ٹوٹ کر دو ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے ہر حصے میں آدھا آدھا مرکزہ آجاتا ہے اس طرح ایک خلیے سے دو خلیے بن جاتے ہیں۔ پھر ان دو سے چار اور چار سے آٹھ خلیے بن جاتے ہیں اسی طرح ان کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے خلیوں کی پیدائش کا عمل ساری زندگی جاری رہتا ہے۔

۱ ۲

۳ خلیے میں عمل تولید ۴
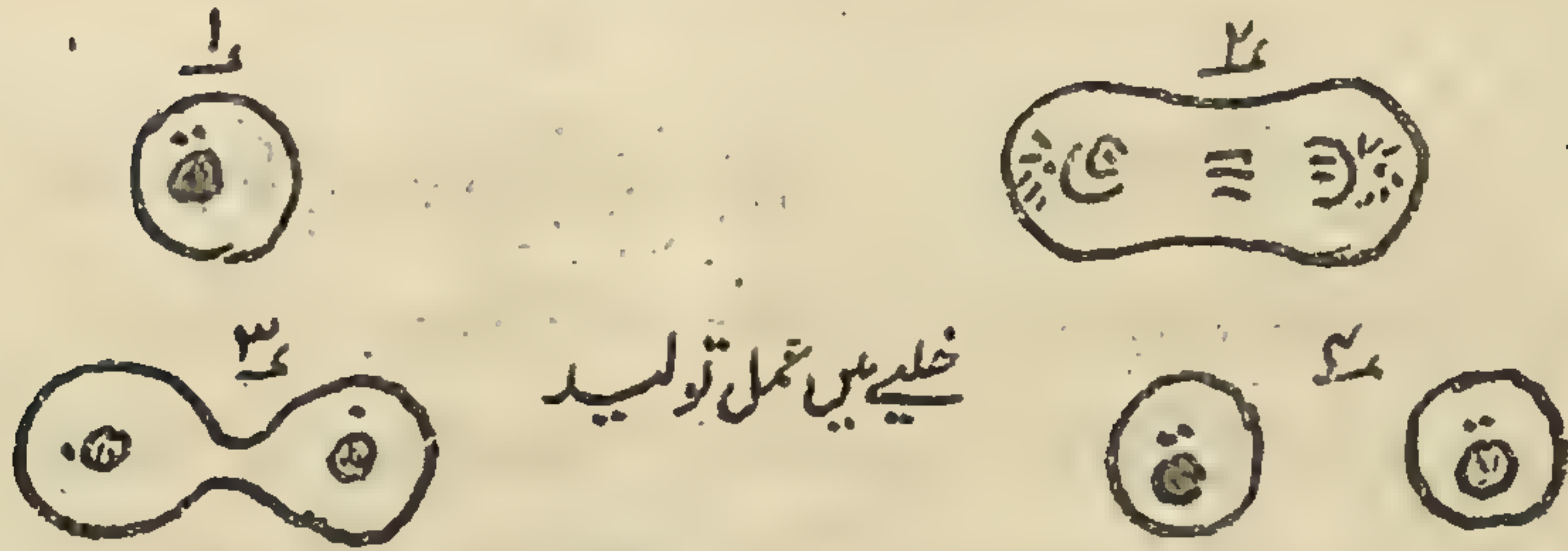
زخموں کا بھرنا بھی اسی طرح عمل میں آتا ہے۔ اعصابی خلیے البتہ اس خصوصیت سے مستثنیٰ ہیں۔ اعصابی خلیوں کا تمام عمر کا سٹاک پیدائش کے وقت سے ہی انسان اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور مرنے والے اعصابی خلیوں کی جگہ لینے کے لئے نئے خلیے پیدا نہیں ہوتے۔

خلیے کا سب سے اہم حصّہ مرکزہ ہوتا ہے۔ اسی مرکزے پر خلیے کی زندگی کا دارومدار ہے مرکزے کے بغیر خلیہ کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ آخر اس مرکزہ میں ہے کیا؟ مرکزے کے اندر باریک باریک ریشہ نما اجسام ہیں جو کروموسوم (CHROMOSOMES) کہلاتے ہیں

کروموسوم

CHROMOSOMES
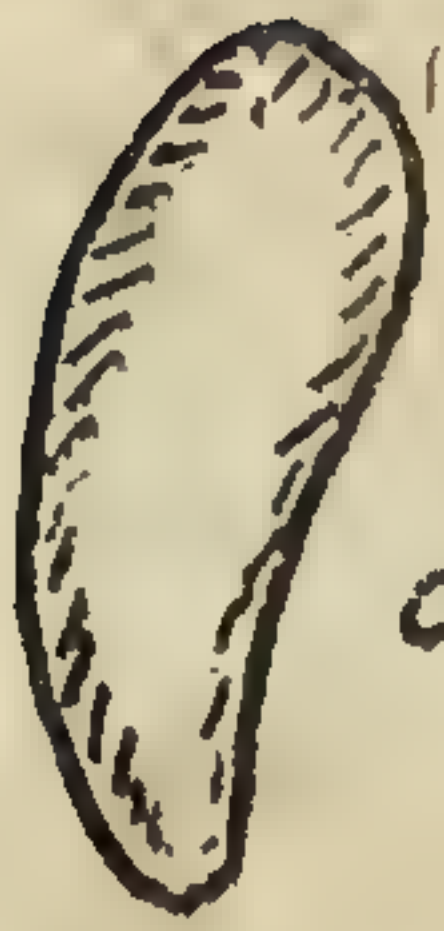
کروموسوم کی مثال آپ دھاگے یا ڈوری کے ننھے سے ٹکڑے سے لیجئے۔ کروموسوم کے جسم کا اندازہ آپ اس بات سے کریں۔ کہ انسانی خلیہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ کہ بغیر طاقتور خوردبین کے دکھائی نہیں دیتا۔ اب سوچئے کہ اس ننھے مرکزے کا سائز کیا ہوگا۔ پھر اس مرکزے میں موجود کروموسوم جن کی تعداد انسانی خلیے میں ۴۶ (چھیالیس) ہوتی ہے۔ چھیالیس کروموسوم اتنے ذرا سے مرکزے میں۔ ہے نہ خالقِ فطرت کی صناعی کا کمال۔

مذکورہ بالا اجسام یعنی کروموسوم کے اندر وہ حیران کن چیز ہے جسے آپ مادۂ حیات کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ ڈی۔این۔اے (D N A) کہلاتا ہے جو مخفف ہے ڈی آکسی رائبو نیوکلک ایسڈ کا۔

(DEOXY RIBONUCLEIC ACID

ڈی این اے کا لچھا

ڈی این اے ہی درحقیقت زندگی ہے۔ ڈی این اے کے اندر خلیے کی تعمیر سے متعلق تمام معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے اور یہ خزانہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ ایک خلیے سے دو نئے خلیے بنتے ہیں اور ہر خلیے کے اندر مرکزے کا کچھ

حصّہ ہوتا ہے یعنی دوسرے الفاظ میں مرکزے میں موجود DNA کی معلومات دونوں خلیوں کو مل جاتی ہیں ایک خلیے سے پیدا ہونے والے دونوں خلیے جب ٹوٹ کر آگے دو دو خلیوں میں تقسیم ہوتے ہیں تو یہی DNA کی معلومات کا ورثہ ان کو بھی منتقل ہوجاتا ہے۔ اس طرح ہر نیا خلیہ اپنے آبائی خلیہ جیسا ہوتا ہے۔

انسانی جسم کروڑوں اربوں خلیوں سے مل کر بنا ہے۔ ہر خلیہ میں ایک مرکزہ ہے ہر مرکزہ میں ۴۶ کروموسوم ہیں۔ ہر کروموسوم میں DNA ہے اور DNA میں خلیے کی آئندہ نسل کی ساخت کے بارے میں مکمل معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اس طرح ہر خلیہ مکمل انسان کی ساخت کے بارے میں تمام معلومات رکھتا ہے کہ اس خلیے سے پیدا ہونے والا انسان رنگت میں کیسا ہوگا؟ اس کے بالوں کا رنگ کیا ہوگا؟ اس کی آنکھیں کیسی ہوں گی؟ اس کی ذہانت کا درجہ کیا ہوگا؟ اس کا قد کتنا ہوگا؟ غرضیکہ اسی قسم کی کوئی سات لاکھ مختلف معلومات کا ذخیرہ بھی خلیے کے DNA میں موجود ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اگر DNA کی تمام معلومات کو الفاظ کا روپ دے کر ٹائپ کیا جائے۔ تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی ایک ہزار جلدیں تیار ہوں گی۔

مندرجہ بالا بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر خلیہ میں مکمل ذی روح کی تخلیق کے بارے میں معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا ممکن ہے کہ انسان یا کسی حیوان کے جسم سے ایک خلیہ علیحدہ کرکے اس سے ایک مکمل انسان یا حیوان تخلیق کر لیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں نظریاتی طور پر ایسا ممکن ہے لیکن عملی طور پر اس کا مظاہرہ فی الحال صرف چند قسم کے پودوں میں ہی کیا جا سکتا ہے مثلاً کیلے یا بعض دوسرے پودوں کی جڑ یا شاخ زمین میں دبا دی جائے تو اس جڑ یا شاخ کے خلیوں سے مکمل پودہ بن جاتا ہے۔ البتہ حیوانات کی پیدائش کا کوئی ایسا غیر جنسی طریقہ وضع نہیں کیا جا سکا۔

تمام حیواناتی اور نباتاتی خلیوں میں موجود DNA کی کیمیاوی ساخت ایک جیسی ہوتی ہے لیکن بہرطور DNA میں کچھ ایسی خفیہ اشاراتی زبان میں معلومات ہوتی ہیں جس کے تحت ایک خلیہ انسان کی صورت میں، تو دوسرا گھوڑے یا پودے کی صورت میں ڈھل جاتا ہے۔ پیدائش سے قبل کوئی یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ کس خلیے سے انسان اور کس خلیے سے گھوڑا۔ چیڑیا گدھا۔ کسی کا پودا پیدا ہوگا۔

اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک DNA کے سالمہ کی صورت سیڑھی دار پیچ کی سی ہوتی ہے جیسے دو فیتہ نما سپرنگ ایک دوسرے میں کھینچے ہوئے ہوں۔ دونوں سپرنگوں کے چکر آپس میں سلاخ کے ذریعہ سے جڑے ہوتے ہیں اس طرح DNA کے لچھے کی صورت اُن بل کھاتی ہوئی سلاخ دار سیڑھیوں کی طرح ہوجاتی ہے جو بعض عمارتوں کے باہر نصب ہوتی ہیں۔ فیتے کے کناروں پر نائیٹروجنی مرکبات [illegible]

کندہ ہوتے ہیں یہی خفیہ اشارات خلیہ کی مختلف انواع میں تبدیلی میں عمل کو کنٹرول کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے ٹیپ ریکارڈر کی ٹیپ پر کہیں موسیقی اور کہیں کوئی لیکچر ریکارڈ ہوتا ہے اور ٹیپ کی ساخت کو دیکھ کر اس پر ریکارڈ شدہ عبارت کے بارے میں کچھ جاننا ممکن نہیں ہوتا۔

مختلف النوع حیوانات کے خلیات کے مرکزے میں موجود کروموسوم کی تعداد مختلف ہوتی ہے انسانی خلیے کے مرکزے میں ۴۶ کروموسوم ہوتے ہیں جبکہ دوسرے حیوانات میں ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے ان ۴۶ کروموسوم میں سے ۲۳-۲۳ کروموسوم ہر دو والدین سے ملتے ہیں اس طرح ۴۶ کروموسوم پر مشتمل ایک مکمل انسانی خلیہ عالم وجود میں آتا ہے جس میں جانبین کے وراثت میں ملنے والے اثرات شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ انسانی جنسی خلیہ (مونث خلیہ بیضہ کہلاتا ہے جبکہ مذکر خلیہ کو حوینیہ کہا جاتا ہے) میں ۴۶ کے بجائے ۲۳ کروموسوم ہوتے ہیں۔ جو مخالف صنف کے جنسی خلیہ سے ملنے کے بعد مکمل انسانی خلیہ بن جاتا ہے جس میں پورے ۴۶ کروموسوم ہوتے ہیں یہ پہلا مکمل خلیہ جو ZYGOTE کہلاتا ہے مکمل انسان کی ابتدائی شکل ہے۔

قرآن کریم کے مطابق لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا۔ یعنی جبکہ ابھی وہ ذکر کرنے کے بھی قابل نہ تھا ZYGOTE تکمیل کے معًا بعد تولیدی عمل شروع کر دیتا ہے۔ اس ایک خلیہ سے دو۔ دو سے چار۔ آٹھ۔ سولہ بتّیس علیٰ ہذا القیاس خلیات بنتے جاتے ہیں۔

یہاں بعض ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب دینے سے موجودہ سائنس قاصر ہے۔ مثلاً اگر پہلے مکمل خلیہ کی پیدائش کے بعد عمل تولید جاری ہو جاتا ہے تو ایک جیسے خلیات کا ایک انبار پیدا ہو جانا چاہیئے آخر کونسی چیز چند خلیات کو پھیپھڑے کے خلیات میں۔ کچھ کو جگر کے خلیات میں۔ کچھ کو پٹھوں کے خلیات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پھر آخر کار ایک انسان، ایک گھوڑا۔ ایک ہاتھی یا مکھی بنا دیتی ہے۔ اسی خیال کے تحت تجربہ کرتے ہوئے کچھ سائنسدانوں نے مینڈک کے پہلے خلیہ (ZYGOTE) سے پیدا ہونے والے آٹھ خلیات کو لیا اور ان سے آٹھ مینڈک پیدا کئے۔ پھر یہی تجربہ پہلے سولہ اور پھر ابتدائی بتّیس خلیات پر دہرایا گیا بتّیس (۳۲) تک تو یہ تجربہ کامیاب رہا۔ لیکن جب یہ تجربہ بتّیس کے بعد پیدا ہونے والے ۶۴ خلیات پر کیا گیا تو وہ تمام خلیات مر گئے۔ آخر کیوں؟ ان خلیات میں ۳۲ کے بعد وہ کونسی تبدیلی پیدا ہو گئی جس نے ان کا انفرادی خود مختار وجود ناممکن بنا دیا؟ سائنس اس بارے میں خاموش ہے۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب DNA کا کرشمہ ہے جس کے خفیہ کوڈ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے [illegible] وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝

اب آپ ذرا غور فرمائیے کہ ایک اسٹڈی خلیے کی ساخت کتنی پیچیدہ ہے اور ایسے کروڑوں اربوں خلیات سے ایک انسانی جسم کی تعمیر ہوئی ہے۔ انسان تخلیق کا کیسا عظیم شاہکار ہے پھر اللہ تعالیٰ کی

بے نیازی کے کیا کہنے کہ ایسی عمدگی سے تیار کردہ مخلوق جب اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش کر کے گمراہ ہوئی تو ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کے مطابق اُسے ذلیل ترین مخلوق بنا دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک اور ثبوت ان الفاظ میں دیا ہے۔ سورۃ القیامۃ میں فرمایا۔ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى۔ حقیقتاً جنس کا تعین اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے اور انسان اس معاملے میں بے بس ہے۔ اکثر حیوانات (جن میں انسان بھی شامل ہے) دو مختلف اصناف میں بٹے ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان ہر دو اصناف کے خلیات میں وہ کونسا فرق ہے جو انہیں مختلف اصناف میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کا جواب جدید تحقیقات نے دریافت کر لیا ہے۔ اس کا راز کروموسوم میں مضمر ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ ہر انسانی خلیے میں ۴۶ کروموسوم ہوتے ہیں یعنی ۲۳ جوڑے ہر جوڑے کا ایک ایک کروموسوم ہر دو والدین سے ملتا ہے ان ۲۳ جوڑوں میں سے ۲۲ جوڑے باہم یکساں ہوتے ہیں مردوں میں تیئیسواں جوڑا یکساں نہیں ہوتا۔ یہ جنسی کروموسوم (SEX CHROMOSOMES) کہلاتے ہیں اس جوڑے کے دونوں کروموسوم آپس میں مختلف ہوتے ہیں۔ بڑا کروموسوم X کروموسوم یا مؤنث کروموسوم کہلاتا ہے جبکہ چھوٹا کروموسوم Y کروموسوم یا مذکر کروموسوم کہلاتا ہے۔ مؤنث خلیات میں دونوں کروموسوم یکساں بڑے X کروموسوم ہوتے ہیں۔ یعنی کروموسوم کی ترتیب ہر دو اصناف میں یوں ہو گی۔

مذکر خلیات —— ۲۲ یکساں جوڑے + Y و X کروموسوم

مؤنث خلیات —— ۲۲ یکساں جوڑے + XX کروموسوم

جنسی خلیات جو عام خلیہ سے نصف کروموسوم پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں ۲۲ تمام کروموسوم اور ایک X یا پھر Y جنسی کروموسوم ہوتا ہے۔ تمام مؤنث جنسی خلیات میں جو "بیضہ" کہلاتے ہیں، صرف X کروموسوم ہی ہوتا ہے۔ جبکہ مذکر جنسی خلیات یعنی حونیات میں سے کچھ X اور کچھ Y کروموسوم کے حامل ہوتے ہیں اس طرح جنس کا تعین صرف مذکر خلیہ ہی کرتا ہے۔

دونوں طرح کے حونیات کی تعداد مساوی ہوتی ہے۔ اس طرح سے ہر دو اجناس کی پیدائش کا امکان برابر ہوتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جس کے تحت وہ X کروموسوم کے حونیہ (جو ANDRO SPERMS کہلاتے ہیں) یا Y کروموسوم کے حونیہ (جو GYNOSPERMS کہلاتے ہیں) میں سے کسی ایک بیضہ سے اتصال کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ کے اخراج میں ۲۰ کروڑ حونیات ہوتے ہیں

جن میں سے نصف X کروموسوم کے اور بقیہ نصف Y کروموسوم کے حامل ہوتے ہیں - ان ۴۰ کروڑ جونیات میں سے بیضہ سے اتصال کا موقعہ صرف ایک کو ہی حاصل ہوتا ہے - جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ہردو اقسام کے جونیات کے سائز اور شکل میں باہم فرق ہوتا ہے - اور انہیں خوردبینی معائنہ کے ذریعہ علیحدہ علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

GENETICS ایک بڑی تیزی سے ترقی کرتی ہوئی سائنس ہے جس میں روز بروز نئی تحقیقات ہو رہی ہیں - جن کے فوائد عنقریب نوع انسانی پر ظاہر ہونے والے ہیں ؎

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

سورج نکل چکا ہے درِ چشم کھول بھی
ماحول معترض ہے تو کچھ منہ سے بول بھی

یوں تو ازل سے روح تھی اُجلی سحر سفید
وہ سرو قد تھا جسم کا سچا سڈول بھی

مَیں روحِ عصر ہوں نہ مجھے موت سے ڈرا
میری ادا کو جان مجھے ماپ تول بھی

نادان تیرے تن کی عمارت تو ڈھے چکی
مسمار ہو نہ جائے کہیں تن کا خول بھی

تو کیوں تکلّفات کی سُولی پہ چڑھ گیا
کافی تھے مجھ کو پیار کے دو چار بول بھی

مَیں روشنی ہوں روشنی کا احترام کر
پلکوں میں لے چھپا مجھے اشکوں میں گھول بھی

دار و رسن سے ماپ مرے قد کو لاکھ بار
اک بار خود کو میرے ترازو میں تول بھی

چہرے تو اہلِ شہر نے نیلام کر دیئے!
کیا سوچتا ہے بیچ دے چہروں کے خول بھی

کوچے کا شور سُن! مگر اتنا نہ مسکرا
ایسا نہ ہو کہ ڈھول کا کھل جائے پول بھی

ہوگا اک اور فیصلہ اس فیصلے کے بعد
اترا نہ اس قدر کہ یہ دُنیا ہے گول بھی

انصاف مٹ گیا ہے ترا خوف اُٹھ گیا
اے ربِ ذوالجلال و المیزان بول بھی

مقتل کے خون سے نہ اُجلیں دل کی سیاہیاں
سورج چڑھا ہوا ہے ذرا آنکھ کھول بھی

جناب پروفیسر محمد علی مضطر
لاہور

دیس بدیس

سکنڈے نیویا

(جناب منیر الدین احمد ۔ مبلغ سویڈن)

سکنڈے نیویا شمالی یورپ کا حصہ ہے جس میں ناروے۔ سویڈن اور ڈنمارک کے ممالک شامل ہیں ان تینوں ممالک میں علیحدہ علیحدہ بادشاہت ہے مگر طرزِ حکومت پارلیمانی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے سکنڈے نیویا عیسائیت سے وابستہ ہے اور لوگ زیادہ تر پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر اب اسلام کی طرف بھی رجوع ہو رہا ہے۔

ناروے اور سویڈن ایک ہی پہاڑی سلسلہ میں واقع ہیں تاہم سویڈن کا کچھ حصہ میدانی بھی ہے مگر ناروے کا زیادہ تر حصہ پہاڑی ہے اور اس کا ساحل [illegible] کی وجہ سے کافی کٹا پھٹا ہے ڈنمارک کا سارا علاقہ ہی میدانی ہے اور زیادہ تر زرعی رقبہ پر مشتمل ہے کسی زمانہ میں سویڈن اور ڈنمارک ملے ہوئے تھے۔ ڈنمارک کئی جزیروں میں بٹا ہوا ہے۔

یہاں صرف سویڈن کے تفصیلی کوائف دیئے جا رہے ہیں:۔

سویڈن نے سکنڈے نیویا کے مشرقی اور جنوبی حصوں کو گھیرا ہوا ہے۔ اس میں گوٹ لینڈ اور اولینڈ کے جزائر بھی شامل ہیں۔ ملک کی زیادہ لمبائی ۱۰۰۰ میل اور چوڑائی ۲۵۰ میل ہے اس کا رقبہ ۱۷۳،۶۶۵ مربع میل ہے جس میں سے ۱۴،۸۷۸ مربع میل کا رقبہ جھیلوں پر مشتمل ہے۔ جو کہ کل رقبے کا ۸٫۶۷ فیصد ہے۔ ان جھیلوں کی تعداد ۱۰۰۰۰۰ کے لگ بھگ ہے سویڈن کی باؤنڈری لائن ۱۶۰۰ میل لمبی ہے جس میں سے ۴۷۲۴ مربع میل ساحلی حصہ ہے اس ملک کی سرحد فن لینڈ اور ناروے سے ملتی ہے اس کا دارالخلافہ سٹاک ہالم شہر ہے جس کی آبادی ۱۲ لاکھ کے قریب ہے۔ ملک کے شمالی حصہ میں بعض پہاڑی چوٹیاں ۲ ہزار فٹ تک بلند ہیں وسطی علاقہ بھی پہاڑی ہی ہے مگر اتنا بلند نہیں۔

جنوبی حصہ میدانی علاقہ تصور کیا جاتا ہے تاہم یہاں بھی ۱۰۰۰ فٹ کی بلندی سطح سمندر سے پائی جاتی ہے۔ بالکل جنوبی حصہ سکونے (SKANE) کہلاتا ہے یہ بالکل میدانی ہے اور کاشتکاری کے لئے بڑا موزوں ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ڈنمارک کا حصہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس علاقہ کی زبان ڈینش زبان سے ملتی [illegible] ان کا [illegible] سے بھی ملتا ہے۔

ملک میں سردی کے موسم میں ٹمپریچر نقطہ انجماد سے ۱۰ درجے نیچے تک چلا جاتا ہے۔ گرمیوں میں عام طور پر ۱۵-۲۰ درجے سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ گزشتہ ۱۰۰ سو سال میں زیادہ سے زیادہ ٹمپریچر ۱۰ سو درجے سینٹی گریڈ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

گرمیوں میں دن بہت لمبے اور راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں رات کو اندھیرا بمشکل ہی ہوتا ہے رات کے وقت انسان اخبار کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ شمالی علاقوں میں سورج ۱۵-۲۰ منٹ کیلئے غروب ہوتا ہے سردیوں میں اس کے الٹ راتیں بہت لمبی اور دن بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ سورج دن کے وقت کم ہی نظر آتا ہے بادل چھائے رہتے ہیں دن کے وقت بھی کاریں وغیرہ روشنی کر کے چلتی ہیں۔

سویڈن کے باشندے

سویڈن کے باشندے لمبے اور پتلے جسم کے ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے لمبوترے بیضوی شکل کے ہیں۔ بال بھی سیدھے اور لمبے ہوتے ہیں اور آنکھیں نیلی۔ مقامی باشندوں کے علاوہ بہت سے مہاجرین بھی مختلف ممالک سے آکر آباد ہو چکے ہیں ملک بھر میں سویڈش زبان استعمال ہوتی ہے۔

مذہب

نویں اور گیارھویں صدی کے دوران سویڈن میں عیسائیت کی آمد جرمن اور انگریز مشنریوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ آغاز میں رومن کیتھولک فرقہ نے فروغ حاصل کیا۔ مگر بعد میں پروٹسٹنٹ فرقہ نے جگہ لے لی۔ یہی سرکاری مذہب ہے ابتداء میں مذہب کے متعلق سختی تھی۔ مگر ۱۹۵۲ء سے مذہبی آزادی دیدی گئی۔ ۱۹۵۸ء میں عورت کو بھی ...... بننے کا حق دیا گیا۔ یہودی لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ لوکل مسلمان احمدیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں دیگر مسلمان دوسرے ملکوں سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔

آبادی

سویڈن کی آبادی ۸ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے شرح پیدائش ۱۲ فی ہزار اور اموات ۱۰ فی ہزار ہے رقبے کے لحاظ سے آبادی کم ہے۔ زیادہ تر آبادی جنوبی علاقوں میں ہے۔ ۱۹ ویں صدی کے اواخر اور ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں سویڈن کی اقتصادی و معاشی حالت اچھی نہ تھی۔ اس وجہ سے ۱۰ لاکھ باشندے سویڈن سے امریکہ ہجرت کر گئے۔ جنگ عظیم اول کے بعد یہ اخراج رک گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سویڈن کے حالات اچھے ہو گئے۔ خوشحالی آگئی اس لئے نہ صرف امریکہ میں گئے ہوئے سویڈش لوگ واپس آنے شروع ہو گئے۔ بلکہ بعض دوسرے ملکوں سے بھی لوگ تلاش روزگار میں آنے لگے آجکل ایک تہائی آبادی مہاجرین پر مشتمل ہے۔

حکومت و آئین

ملک میں بادشاہت ہے۔ مگر نظام حکومت جمہوری ہے۔ بادشاہت میں ورثہ چلتا ہے۔ مگر صرف مرد ہی وارث ہو سکتا ہے۔ عورت نہیں۔ موجودہ آئین کی بنیاد ۱۸۰۹ء کے قانون پر ہے۔ انتخابات پارٹی سسٹم پر ہوتے ہیں۔ انتخاب کے بعد بادشاہ اکثریت والی پارٹی کے لیڈر کو وزیر اعظم مقرر کرتا ہے۔ وزیر اعظم اپنی وزارت کے ۱۷ وزیر نامزد کرتا ہے۔ ۱۱ وزیروں کے پاس باقاعدہ محکمے ہوتے ہیں۔ ۶ وزیر بلا محکمہ کام کرتے ہیں۔ بادشاہ کو وزارت کی بات ماننی پڑتی ہے۔ پارلیمنٹ بجٹ پر مکمل کنٹرول رکھتی ہے۔ پارلیمنٹ ہی ملٹری۔ عدلیہ اور انتظامیہ کے سربراہ مقرر کرتی ہے۔ پارلیمنٹ میں ۳۰۰ ممبر ہوتے ہیں جو کہ تین سال کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔ ۱۹ سال تک کے سب لوگ ووٹ دے سکتے ہیں۔ غیر ملکی جو دو سال سویڈن میں رہ چکا ہو وہ بھی ووٹ کا حق رکھتا ہے۔ بلکہ لوکل باڈیز کے انتخاب میں بطور امیدوار بھی حصہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح غیر ملکی لوگوں کو پارلیمنٹ کے امیدوار کے طور پر بھی کھڑا ہونے کی اجازت کے متعلق غور ہو رہا ہے۔

ٹیکس

ایک عام فیملی جو ۴۰،۰۰۰ کراؤن سالانہ آمدنی رکھتی ہو ۴۶ فیصد ٹیکس ادا کرتی ہے جس فیملی کی آمد ۷۵ ہزار سالانہ ہو اسے ۵۸ فیصد ٹیکس لگتا ہے ٹیکس کی شرح بہت زیادہ ہے مگر اس کے نتیجہ میں حکومت کی طرف سے پبلک کو سہولتیں بھی بہت زیادہ میسر ہیں جن کی تفصیل آگے آئیگی۔

یونین

ہر قسم کا کام کرنے والوں کی الگ الگ یونین ہوتی ہے۔ پھر یہ تمام یونینز ملکر ایک قومی یونین بناتی ہیں۔ جو لینڈز آرگنائزیشن کہلاتی ہے اس کو مختصراً LO کہتے ہیں۔ ملک کے ۹۵ فیصد کارندے اس کے ممبر ہیں۔

کارخانہ داروں اور مختلف اداروں کے مالکوں کی بھی ایک یونین ہے جسے اختصار کے ساتھ SAF کہا جاتا ہے اور پورا نام سویڈن کے کام کرنے والوں کی یونین ہے۔ یہ دونوں یونینز مل کر تنخواہ۔ اشیاء کی قیمتوں۔ تعطیلات۔ ملازمین کے لئے سہولتوں اور اوقات کار وغیرہ کے متعلق فیصلہ کرتی ہیں۔

معیارِ زندگی

سویڈن میں ۲۰ ویں صدی کے دوران نہایت اعلیٰ معیارِ زندگی ہو چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ملک میں ۱۸۱۴ء سے لیکر اب تک بالکل امن وامان ہے جس کی وجہ سے ملک نے بہت ترقی کی ہے۔

گو دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی مہنگائی ہو جاتی ہے۔ مگر قیمتوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ آمدنی میں بھی اسی نسبت سے اضافہ کر دیا ہے عام لیبرر کی ماہوار تنخواہ ۲ ہزار سے ۳ ہزار کراؤن تک ہے۔ تجارت پیشہ ۵ سے ۶ ہزار تک ماہوار کما لیتے ہیں۔ اکثر خاوند بیوی دونوں کماتے ہیں۔ زائد وقت بھی کام کر لیتے ہیں۔ رہائش کا خرچ ماہوار آمد کا ۱۵ سے ۲۰ فیصد ہے۔ شہروں میں لوگ عام طور پر فلیٹوں میں رہتے ہیں گو فلیٹ چھوٹے ہوتے ہیں مگر بالکل ماڈرن۔ کام کا وقت ۴۰ گھنٹے فی ہفتہ ہے۔ ہفتہ، اتوار کو تعطیل ہوتی ہے۔

ویلفیئر سروسس

ملک بھر میں ہیلتھ انشورنس ہر ایک کے لئے لازمی ہے۔ جس کے نتیجہ میں علاج مفت ہوتا ہے۔ اور بیمار ہونے کی صورت میں تنخواہ کا ۹۰ فیصد انشورنس کی طرف سے ملتا ہے۔ علاوہ ازیں بچہ و زچہ کے لئے بھی الاؤنس ہوتے ہیں۔ ہر بچہ کو ۱۶ سال کی عمر تک ماہوار ۱۵۰ کراؤن وظیفہ ملتا ہے۔ زچہ اگر کام کرتی ہو تو بچہ کی پیدائش پر ۳ ماہ تک گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے۔ بوڑھے بیمار۔ معذور اور اپاہج لوگوں کو پنشن ملتی ہے اگر کوئی فیملی بڑی ہے اور کرایہ مکان ادا کرنا ان کے لئے مشکل ہو تو حکومت مدد کرتی ہے تعلیم کا انتظام مفت ہے۔ بچوں کو دوپہر کا کھانا بھی سکول سے ملتا ہے۔ بیکاری الاؤنس کا طریق بھی رائج ہے۔

عدالتیں

سویڈن میں پہلا نیشنل کوڈ ۱۴ ویں صدی کے وسط میں وجود میں آیا۔ پھر ۱۸ ویں صدی میں اس میں ترمیم کی گئی۔ موجودہ کوڈ اسی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ سول اور کرمنل کیس پہلے دیہی یا میونسپل کورٹ میں جاتے ہیں۔ دیہی کورٹ ایک قانون دان جج اور ۷ عام ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ میونسپل کورٹ میئر اور دو مزید قانون دانوں کا مجموعہ ہے۔ میئر کا قانون دان ہونا بھی ضروری ہے۔ دیہی یا میونسپل کورٹ کی اپیل ہائی کورٹ میں ہوتی ہے۔ ملک میں چھ مختلف شہروں میں ہائی کورٹس ہیں۔ آخری اپیل سپریم کورٹ آف جسٹس میں ہوتی ہے۔ جو کہ ملک کے دارالخلافہ سٹاک ہالم میں قائم ہے۔ مزدوروں اور کارخانہ داروں کے لئے الگ ایک سپیشل کورٹ ہے۔ مجرموں کو سزا دینے کا مقصد ان کی اصلاح ہوتی ہے قید کے دوران ان کو مختلف قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ تاکہ رہائی پر وہ خود کفیل ہو کر ملک کے لئے مفید وجود بن سکیں۔ سویڈن میں سزائے موت نہیں دی جاتی۔

تعلیم

سات سال کی عمر سے تعلیم شروع کی جاتی ہے

ملک میں ۱۸۴۲ء سے پرائمری تک تعلیم لازمی قرار دی جا چکی ہے۔ پرائمری کورس ۹ سال کا ہے۔ اس کے بعد لڑکے لڑکیاں اگر چاہیں تو کام شروع کر سکتے ہیں۔ مزید تعلیم کا شوق رکھنے والوں کیلئے ہائی سکول ہیں۔ جہاں تین سال کا کورس ہوتا ہے اس کورس کے بعد طلباء یونیورسٹی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ملک میں ۵ یونیورسٹیاں ہیں۔ سب سے پرانی اُپسالہ یونیورسٹی ہے۔ جو کہ ۱۴۷۷ء میں قائم ہوئی تھی۔ لنڈ شہر کی یونیورسٹی ۱۶۶۸ء میں بنی تھی۔ ان کے علاوہ سٹاک ہالم گوتھن برگ اور امیو شہروں میں بھی یونیورسٹیاں ہیں۔ دوسرے تعلیمی ادارے برائے ٹیکنالوجی جنگلات۔ زراعت۔ کامرس۔ علاج دندان وغیرہ بھی یونیورسٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ تعلیم بالغان کے لئے الگ سکول ہیں۔ جن کو میونسپل، کلچرل سوشل۔ پولیٹیکل یا مذہبی ادارے چلاتے ہیں تعلیم مفت ہے۔ اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔

دفاع

امن اور جنگ ہر حالت میں سویڈن ہمیشہ غیر جانبدار رہا ہے۔ حکومت کے بجٹ میں دفاع تیسرے نمبر پر آتا ہے اس کے اخراجات واقعی اور حقیقی معنوں میں دفاع پر ہی خرچ ہوتے ہیں۔ تمام شہریوں کے لئے ۱۸ سے ۴۷ سال کے دوران ملٹری سروس لازمی ہے جو کہ ۱۰ ماہ تک ہوتی ہے۔ پھر تین دفعہ ایک ایک ماہ کا ریفریشر کورس کرنا ہوتا ہے۔ ۷، ۱ لاکھ فوج کسی وقت بھی نوٹس دے کر جمع کی جا سکتی ہے۔ ہوم گارڈ طوعی طور پر بھرتی کی جاتی ہے جو کہ ۱۸ سے ۴۷ سال تک کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں باقاعدہ بحری۔ بری اور ہوائی فوج بھی دفاع کے لئے کام کرتی ہے تمام اسلحہ ملک کے اندر تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۶ سے ۶۵ سال تک کی عمر کا ہر آدمی ملٹری خدمت کے لئے کسی وقت بھی بلایا جا سکتا ہے۔

اقتصادیات

۱۹ ویں صدی کے وسط سے لیکر ملک کی اقتصادیات کا انحصار زراعت سے ہٹکر صنعت پر ہو چکا ہے جس کا دارومدار لوہے اور جنگلات پر ہے اور مختلف ذرائع مواصلات ان میں مدد دیتے ہیں۔ اقتصادیات کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابلِ ذکر ہیں:۔

(۱) پیداوار

۱۔ زراعت:۔ ملک کا $\frac{1}{10}$ حصہ زرعی اراضی پر مشتمل ہے جو کہ زیادہ تر انفرادی ملکیت ہے۔ صنعت کی ترقی کی وجہ سے لوگ زراعت چھوڑ رہے ہیں تاہم ملک خوراک میں خودکفیل ہے گوشت اور دودھ وغیرہ کی بہتات ہے۔

۲۔ جنگلات:۔ ملک کا $\frac{1}{2}$ رقبہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ حکومت $\frac{1}{4}$ حصہ کی مالک ہے۔ $\frac{1}{2}$ حصہ

انفرادی ملکیت ہے۔ اور باقی حصہ کی مالک مختلف کمپنیاں ہیں۔

۳۔ مچھلی:۔ مچھلی نہ صرف گھریلو استعمال کے لئے پکڑی جاتی ہے۔ بلکہ بھاری تعداد میں برآمد بھی کی جاتی ہے۔ سمندروں کے علاوہ میٹھے پانی میں بھی مچھلی بکثرت ملتی ہے۔

۴۔ معدنیات:۔ صرف ایک دھات یعنی لوہا پایا جاتا ہے۔ جو کہ شمالی سویڈن میں ملتا ہے جہاں پر دنیا کی سب سے بڑی کان ہے۔ لوہے کے ساتھ کچھ فاسفورس بھی دستیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ ایندھن اور پاور:۔ بجلی پانی سے پیدا کی جاتی ہے تیل اور کوئلہ نہیں ملتا۔

۶۔ صنعتی پیداوار۔ ملک کی سب سے بڑی صنعت جہاز سازی ہے۔ S.K.F. بال بیرنگ کی فیکٹری بھی سویڈن میں ہی ہے۔ جو کہ ساری دنیا کو مال سپلائی کرتی ہے۔ دو قسم کی کاریں بنتی ہیں۔ ایک کا نام VOLVO اور دوسری کا SAAB ہے۔

(TIMBER) عمارتی لکڑی کافی مقدار میں ملتی ہے۔ جو برآمد بھی کی جاتی ہے۔ بجلی کا سامان بھی ملک میں تیار ہوتا ہے۔

(ب) پیشے

۱۔ تجارت:۔ ۸۰ لاکھ کی آبادی کا معتدبہ حصہ تجارت میں مدغم ہے۔ اور ملک کی اکانومی کا بڑا انحصار تجارت پر ہے۔ درآمد سے برآمد زیادہ ہے۔

۲۔ بنکنگ۔ کرنسی کا نام کراؤن ہے۔ جو کہ ۲½ روپے کے برابر ہوتا ہے۔ بنک آف سویڈن دنیا میں سب سے پرانا قومی بنک ہے جو کہ ۱۶۶۸ء میں قائم ہوا تھا۔

مواصلات

جھیلوں اور دریاؤں میں کشتی رانی ہوتی ہے۔ ملک بھر میں ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ ٹرین بجلی سے چلتی ہے۔ جس کے ذریعہ ملک تمام یورپ سے مل جاتا ہے۔ بحری جہاز بھی مختلف ممالک سے آتے جاتے ہیں۔ ملک کی سڑکیں بڑی عمدہ ہیں۔ علاوہ ازیں فضائی سروس بھی ہے۔ جو بہت عمدہ ہے۔ ہر ۵ ویں فرد کے پاس کار ہے۔ آبادی کے تناسب سے یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ٹیلیفون سویڈن میں پائے جاتے ہیں۔ ریڈیو کی تین لائینز ہیں۔ اور ٹی وی کے دو چینل۔ ریڈیو اور ٹی وی پر اشتہارات نہیں دیئے جاتے۔

ملک میں ۱۱۰ اخبار چھپتے ہیں۔ ہر دوسرا آدمی اخبار خرید تا ہے۔

(باقی باقی)

انتخاب و ترجمہ
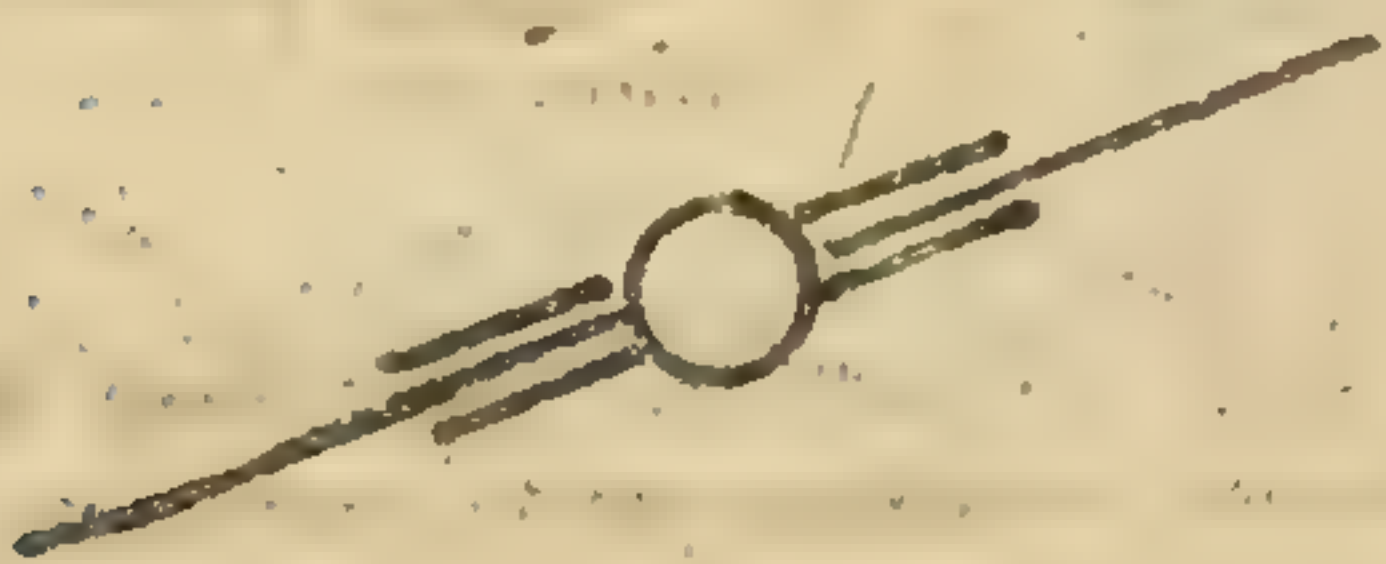
جاپان کی معروف ترین کوہ پیما خاتون سے انٹرویو

(جناب عبد الرحمٰن ملک)

۱۹۷۵ء میں جاپانی کوہ پیما خواتین پر مشتمل ایک ٹیم نے دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ (۲۹,۰۲۸ فٹ) سر کی۔ جاپان میں قیام کے دوران میں نے اس اعزاز کو حاصل کرنے والی پہلی خاتون سے ملاقات کرنے کا پروگرام بنایا۔ میرا خیال تھا۔ کہ اس خاتون کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ میں نے ایک جاپانی دوست سے اس ارادے کا ذکر کیا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ملاقات کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ دوست اس لئے خوش تھے کہ اس طرح سے میری وجہ سے انہیں بھی اس معروف کوہ پیما سے ملاقات کا موقعہ مل جائے گا۔ جسے ایک عام جاپانی صرف ٹیلی ویژن پر ہی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ ملاقات کوئی آسان کام نہ تھا۔

تین ماہ کی متعدد یاد دہانیوں کے بعد ایک دن اس دوست کا فون آیا کہ ایورسٹ سر کرنے والی کوہ پیما سے تو نہیں البتہ اس کے میاں سے رابطہ ہوا ہے۔ یہ صاحب کوہ پیمائی کے سامان کا ایک سٹور چلا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ پہلے ہم ان سے ملیں۔ تاکہ وہ اندازہ کر سکیں۔ کہ ان کی بیگم سے ہماری ملاقات واقعی ضروری ہے یا نہیں۔

وقتِ مقررہ پر ہم ان سے ملنے کے لئے پہنچے تو وہ بہت تپاک سے ملے۔ ایک قریبی کیفے میں ان سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کوہ پیمائی سے اپنی دلچسپی کے بارے میں بتایا۔ اور ایورسٹ سر کرنے والی کوہ پیما خاتون سے ملاقات کے لئے اپنی خواہش کا ذکر کیا۔

" ایورسٹ سر کرنیوالی کوہ پیما؟ تو گویا آپ ایورسٹ سر کرنے والی خاتون کو ملنے کے لئے میرے پاس پہنچے ہیں"!

میں حیران تھا کہ انہیں تعجب کس بات پر ہو رہا ہے اس بات کا تو علم انہیں پہلے سے ہی تھا:

" آپ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ میری بیوی جو اپنے قلمی نام مسز ایمائی (MICHIKO IMAI) کے نام سے معروف ہے کبھی ایورسٹ نہیں گئی آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے اور آپ غلط جگہ پہنچے ہیں"!

میں دم بخود تھا اور میرے جاپانی راہنما اور مترجم عرق ندامت سے شرابور۔ کھلا یہ کہ جاپان میں جب معروف ترین کوہ پیما خاتون کے بارے میں سوچا جائے تو سوائے مسز ایمائی کے اور نام ذہن پر ابھرتا ہی نہیں۔ میرے دوست نے جب ایورسٹ سر کرنے والی خاتون کے بارے میں ادھر ادھر سے معلوم کرنا چاہا تو ہر ایک کو یہی خیال گزرا کہ مسز ایمائی ہی ہونگی کیونکہ جاپان میں ایک لمبے عرصہ سے کوہ پیمائی کے میدان میں کوئی اور خاتون اس قدر نہیں آگے نکلی کہ مسز ایمائی کے مقابلہ پر اس کا نام بھی لوگوں کو معلوم ہو۔ چنانچہ میرے راہنما اوکا (OKA) صاحب نے بعد میں ہر دفعہ بجائے فاتحہ ایورسٹ کوہ پیما کے بارے میں پوچھنے کے صرف مسز ایمائی کا ہی پوچھا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہم جو نکلے تھے ایک نسبتاً غیر معروف کوہ پیما سے ملاقات کو پہنچ گئے معروف ترین کوہ پیما خاتون کے خاوند کے پاس۔ لیکن یہ غلط فہمی ہمارے لئے

خوشگوار ہی - کیونکہ تاکاہاشی صاحب نے بتایا کہ ہم خوش قسمت ہیں جو ایک عظیم کوہ پیما کی تلاش کے دوران عظیم ترین کوہ پیما تک پہنچ گئے ہیں - محمد علی باکسر جیسا یہ لہجہ سچی بات ہے مجھے کچھ زیادہ نہ بھایا اور خاص طور پر اس صورت میں جبکہ وہ دنیا کی بلند ترین چوٹی سر کرنے والی پہلی خاتون کے مقابلہ میں اپنی بیوی کا ذکر بڑھا چڑھا کر کر رہا تھا لیکن اس نے اس تعلّی کی تائید میں کچھ دلائل بھی دیئے آپ بھی سنیں - مسز تھابے ای (JUNKO THABEI) جنہوں نے دو سال قبل جاپان سے خواتین کوہ پیماؤں کی ایک مہم کی قیادت کی تھی اور ایک شرپا (SHARPA) کے ہمراہ ایورسٹ سر کی تھی نسبتاً ایک غیر معروف کوہ پیما ہیں - خود آپ کو ان کی تلاش کے مراحل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں میری بیوی مسز ایکائی جاپان کی معروف ترین کوہ پیما ہیں - اصل بات یہ ہے کہ وہ زمانہ گیا جب کسی چوٹی کا سر کرنا اتنا ہی مشکل سمجھا جاتا تھا جتنی اس کی بلندی ہو - اور سچی بات تو یہ ہے کہ ایورسٹ دنیا کی بلند ترین (۲۹,۰۲۸ فٹ) چوٹی ہونے کے باوجود اونچی چوٹیوں میں سے آسان ترین ہے - اس قدر کثرت سے لوگ اسے سر کر چکے ہیں اور اس قدر تفصیلی معلومات اس بارے میں مہیا ہو چکی ہیں کہ ایورسٹ پر جانا آجکل کی کوہ پیمائی میں کوئی بڑا معرکہ نہیں سمجھا جاتا - ہاں البتہ بلند ترین پہاڑ ہونے کے باعث ایورسٹ کے سر کرنے میں عوام کے لئے خصوصی دلچسپی (NEWS VALUE) کا سامان ضرور ہے چنانچہ جب مسز تھابے ای نے اسے سر کیا تو چند دن تک خوب واہ واہ ہوئی - لیکن آجکل کی کوہ پیمائی میں اصل چیز پہاڑ کی بلندی نہیں ہے - بلکہ اس کی چڑھائی کا مشکل ہونا ہے چونکہ اب تقریباً تمام اونچے پہاڑ سر کئے جا چکے ہیں اس لئے ان پہاڑوں پر جانا تبھی اہم ہو سکتا ہے جب ہم ان راستوں سے چڑھیں جن سے ابتک کوئی نہ چڑھ پایا ہو - یعنی کوئی نہ کوئی جدت ہونی ضروری ہے - اور ایورسٹ پر جانے میں اب کوئی جدت باقی نہیں رہی -

میری بیوی مسز ایکائی کی اصل عظمت یہ ہے کہ انہوں نے کوہ پیمائی کی تاریخ میں یورپ کی تین مشکل ترین چوٹیوں کو سر کرنے والی پہلی خاتون کا اعزاز حاصل کیا ہے آجتک کوئی دوسری خاتون ان تینوں چوٹیوں کو سر نہیں کر سکی -

میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ تین چوٹیاں درج ذیل ہیں :-

میٹرہارن شمالی جانب سے (MATTER HORN-NORTH WALL) سوئٹزرلینڈ

ایگر - شمالی جانب سے نیا راستہ (EIGER NORTH WALL) سوئٹزرلینڈ -

گراں جوسران - شمالی جانب سے - GRAND JOSRANT-NORTH WALL) فرانس -

یورپ کی یہ مشکل ترین چوٹیاں انہوں نے

دو دو سال کے وقفہ سے سر کیں۔

ان کے علاوہ انہوں نے ہمالیہ میں واقع مشہور پہاڑ دھولاگیری (DHAULAGIRI) کی چار چوٹیاں سر کیں۔ سال ۱۹۷۹ء میں ان کا ارادہ ہے کہ وہ اس پہاڑ کی چوٹی نمبر ۲، نمبر ۳ اور نمبر ۵ سر کریں۔

"ناکا ہاشی صاحب نے بتایا کہ وہ خود ایک بہت بڑے کوہ پیما ہیں اور یہ جو ان کی بیگم کی شہرت ان سے کچھ زیادہ ہے (ہم انہیں ان کی بیگم کے تعارف سے ملے تھے) تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ خاتون ہے ورنہ اگر یہ بات نہ ہو تو .... (وہ رک گئے۔ غالباً یہ کہنا چاہتے ہونگے کہ میری بیوی کس باغ کی مولی ہے) وہ کئی ایک مہموں کی راہنمائی ہمالیہ کے مشہور ترین پہاڑوں میں کر چکے ہیں۔ دھولاگیری کی ایک چوٹی جو قاتل چوٹی کے نام سے مشہور ہے انہوں نے پہلی دفعہ اپنے گروپ کے گیارہ اراکین کے ہمراہ سر کی۔

ان کی جدت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ٹیم کے تمام اراکین چوٹی پر پہنچیں ان کے خیال میں یہ کوئی انصاف نہیں کہ چالیس آدمیوں کی مہم میں سے ایک یا دو چوٹی پر پہنچ گئے اور کہہ دیا کہ چوٹی سر ہو گئی۔ چنانچہ کوہ پیمائی کی تاریخ میں انہوں نے پہلی بار دس سے زیادہ آدمی چوٹی پر پہنچائے۔

ان کی باتوں سے میں خاصا متأثر تھا اور خاص طور پر ان کی بیگم جن کی اس قدر تعریف سن چکے تھے سے انٹرویو کی بھی خواہش تھی۔ ان سے پوچھا کہ مسز تعابے ای صاحبہ (فاتحہ ایورسٹ) سے ملاقات کا کیا طریق ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مسز تعابے ای صاحبہ ان کے سٹور پر اکثر آتی رہتی ہیں اور ان سے ملاقات کوئی خاص مشکل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس قدر مصروف ہی ہیں کہ لوگ ان سے زیادہ ملنے جاتے ہوں اور نہ ہی زیادہ مصروف کہ وقت نہ دے سکیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان سے رابطہ قائم کر کے میرا ذکر کریں گے اور ملاقات کرائیں گے۔ انہوں نے کہا۔

" البتہ آپ کو اس کے لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ میری بیوی مسز ایکائی سے آپ کی ملاقات ہو جائے۔ کیونکہ وہ ڈاکٹر ہیں مختلف مقامات پر لیکچر بھی دیتی ہیں۔ آج یہاں ان کی تقریر ہے تو کل کیوٹو میں اور ہر ہفتے کوہ پیمائی کے لئے بھی جاتی ہیں اور انتہائی طور پر مصروف ہیں"۔

میرا یہ خیال ہو رہا تھا کہ یہ صاحب جس خاتون کے خاوند ہیں اس کے بارے میں مجھے بتا رہے ہیں۔ اور تأثر یہ دے رہے ہیں کہ ان سے ملاقات شاید ہی ہو سکے۔

میں نے کہا کہ اب آپ ہی مدد کریں۔ انہوں نے کہا کہ فلاں صاحب ان کے سیکرٹری ہیں ان کے پاس ان کا پروگرام رہتا ہے اور وہی ان سے انٹرویو کا انتظام کر سکتے ہیں۔ ان کی اگر [illegible]

مجھے رحم آ رہا تھا۔ جی چاہا کہ پوچھوں کہ کبھی آپ کو بھی مسز امیائی نے انٹرویو دیا ہے۔ یہ تو نہ پوچھ سکا البتہ مَیں اپنی ایک دوسری حیرت کا اظہار ان سے کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"جب آپ کا نام مسٹر ناکا ہاشی ہے تو آپ کی بیگم کا نام مسز ناکا ہاشی ہونا چاہیئے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہر ایک یہی توقع کرتا ہے۔ مگر میری بیگم کو یہ ایسا ہی نہیں قلم کار بھی غضب کی ہیں۔ امیائی ان کا قلمی نام ہے۔ شادی سے قبل وہ امیائی صاحبہ (IMAI SAN) کے قلمی نام سے مشہور تھیں۔ شادی کے بعد انہیں مسز ناکا ہاشی بن جانا چاہیئے تھا مگر کیا کیا جائے ان کی پہلے نام سے شہرت آڑے آگئی۔" ناکا ہاشی صاحب کی بے بسی قابلِ دید تھی۔

امیائی سان کے سیکرٹری صاحب سے علاوہ غیر ملکی ہونے کے باعث انہوں نے فوراً ہی انٹرویو کے لئے وقت دے دینے کی حامی بھر لی۔ میرے دوست نے انہیں اپنا فون نمبر دے دیا کہ جب وقت طے ہو جائے تو اطلاع دے دیں۔

چند دن بعد اس دوست کا فون آیا کہ پرسوں شام چھ بجے کا وقت طے ہوا ہے۔ مَیں وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ امیائی سان کے سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ ان کا رابطہ امیائی سان سے نہیں ہو سکا البتہ چونکہ آج کوہ پیما ایسوسی ایشن کا ایک اہم اجلاس ہے

جس میں دھولاگیری مہم کی تیاریوں کا جائزہ لیا جاتا ہے اس لئے جب وہ پہنچیں گی تو میں ان سے کہکر آپ کو کچھ وقت لے دونگا۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ سات بجے اطلاع ملی کہ ایمائی سان اپنی کسی پہلی مصروفیت سے وقت نہیں نکال سکیں اور آج کی میٹنگ ملتوی ہوگئی ہے۔ سیکرٹری صاحب کا لہجہ نہایت معذرت خواہانہ تھا۔ انہوں نے تالیف قلب کی غرض سے ایمائی سان کی آئندہ مہم کے بارے میں لکھی ہوئی ایک کتاب DHAULAGIRI نامی تحفہ کے طور پر پیش کی۔ میرے جاپانی ترجمان دوست کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ بات صرف یہ نہیں تھی کہ آج ہمارا وقت ضائع ہوا تھا ...... میں ان کی شادی چند دن پہلے ہوئی تھی اور وہ ہنی مون منانے منیلا ہانگ کانگ جا رہے تھے اس طرح ان کا ایمائی سان سے ملاقات کا امکان ختم ہوگیا تھا۔ لیکن مجھے اس خبر سے خوشی ہوئی۔ میں چاہتا تھا کہ ایمائی سان سے گفتگو کے وقت میرے ترجمان (INTER-PRETER) امام راشد صاحب ہوں۔ مگر اس جاپانی دوست کی موجودگی میں جس نے ملاقات کے لئے اتنی لمبی دوڑ دھوپ کی تھی یہ ذرا مشکل تھا۔ ان کا صاحب کے ہنی مون پر جانے سے یہ راستہ صاف ہوگیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ اس ملاقات کے دوران ایمائی صاحبہ کو اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ اور اس کام کے لئے امام راشد سے زیادہ موزوں شخص جاپان میں اور کون ہوسکتا تھا۔ الحمد للہ کہ یہ خواہش بھی اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔

اگلی معینہ تاریخ کو جب امام صاحب کے ہمراہ ناکاہاشی صاحب کے سٹور پر پہنچا تو ایمائی سان پھر لیٹ تھیں۔ ادھر میرے ایک زیر تبلیغ جاپانی دوست کو میں نے آٹھ بجے اپنے ہوٹل آنے کے لئے کہا ہوا تھا۔ سات بجے کے قریب ایمائی سان بھاگم بھاگ پہنچیں۔ کار سے نکلتے ہی انہوں نے اپنے سیکرٹری کی طرف کرید نے والی نظروں سے دیکھا۔ گویا کہہ رہی ہوں۔ "لاؤ وہ کدھر ہے غیر ملکی۔"

غیر ملکی نہ ہوا کوئی کھلونا ہوگیا جو اس طرح برآمد کرایا جارہا ہے۔

امام راشد صاحب نے جب شستہ جاپانی میں ان سے علیک سلیک کیا تو ذرا سنبھل گئیں۔ ہم اس قدر غیر ملکی بھی نہیں تھے جتنے وہ سمجھتی تھیں۔

پہلے تو انہوں نے معذرت کی کہ چھ بجے کی بجائے وہ لیٹ ہوکر سات بجے پہنچی ہیں۔

"میں ایک زنانہ ہسپتال میں کام کرتی ہوں کام کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی میں اس کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔"

امام صاحب نے مختصراً میرا اور اپنا تعارف کرایا۔ کوہ پیمائی سے میری دلچسپی کا ذکر کیا۔ طریق یہ ٹھہرا کہ میں انگریزی میں سوال کرتا جاؤں۔ امام صاحب اس کا جاپانی میں ترجمہ کرتے جائیں۔ ایمائی صاحبہ اس کا جو جواب دیں اس کا انگریزی ترجمہ امام صاحب مجھے بتاتے جائیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ایمائی صاحبہ

اچھی خاصی انگریزی جانتی ہیں۔ مگر ہر دوسرے جاپانی کی طرح ان کے لئے بھی انگریزی کا بولنا ایک مصیبت سے کم نہیں (برطانیہ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا سے باہر بس ہم نے ہی اس مصیبت کو شوق سے گلے لگا رکھا ہے) چنانچہ انہوں نے یہی پسند کیا کہ وہ جاپانی میں ہی جواب دیں۔ یہ سوال و جواب آپ بھی سنیئے۔

س:- ہمارے ہاں پاکستان میں یہ تاثر ہے کہ کھیلیں صرف مردوں کے لئے ہیں اور خاص طور پر کوہ نوردی اور ہمالیہ جیسی پر مشقت کھیل کے بارے میں تو کوئی خاتون سوچ بھی نہیں سکتی۔ آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

ج:- آپ نے بتایا ہے کہ آپ کو جاپان آئے ہوئے چھ ماہ ہو رہے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ عورت اور مرد میں جو فرق پاکستان میں کیا جاتا ہے وہ یہاں نہیں کیا جاتا۔ پاکستان میں جو فرق کیا جاتا ہے مجھے اس کی تفصیل کا علم نہیں ہے مگر جاپان میں بھی کچھ عرصہ پہلے تک یہی تاثر تھا کہ پہاڑ پر چڑھنا ہی نہیں بلکہ کام کرنا ہی مرد کا کام ہے۔ اور عورتوں کا کام صرف گھر میں رہنا ہے (جاپانی زبان میں بیوی کے لئے جو لفظ ہے اس کا مفہوم ہے پچھواڑے میں رہنے والی) بہرحال یہ تاثر ختم ہوا۔ پھر بھی یہ فرق باقی رہا کہ عام طور پر کوہ پیمائی مردوں سے مخصوص رہی اور عورتیں بس کبھی کبھی یوں ہی ضمناً چلی جائیں۔ مگر اب عورتوں نے بھی باقاعدہ جانا شروع کر دیا ہے اور

اب جہاں تک جاپان کا تعلق ہے یہاں کوہ پیمائی مردوں اور عورتوں سب کے لئے مشترکہ کھیل (COMMON SPORT) ہے۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان میں بھی کچھ عرصہ بعد خواتین کوہ پیمائی کرنے لگیں گی۔ یورپ میں بھی کچھ ایسی ہی صورت حال رہی۔ کوہ ایلپس (ALPS) کو مردوں نے پہلے سر کیا۔ چالیس سال بعد عورتوں نے بھی اسے روند ڈالا۔

کوہ پیمائی نسبتاً پر مشقت کھیل (TOUGH SPORT) ضرور ہے لیکن میں نے کسی مرحلے پر بھی یہ نہیں محسوس کیا۔ کہ مجھ میں کسی لحاظ سے طاقت کی کمی ہے۔ پہاڑ سر کرنا سپورٹ ضرور ہے۔ لیکن یہ اس طرح کا کھیل نہیں جس طرح دو ٹیموں کا میچ ہوتا ہے جس کے لئے یہ خیال ہو کہ کوئی شخص کتنی جلدی یا کتنی تیزی سے چڑھتا ہے یہ بنیادی نقطہ نظر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ پہاڑ سر کرنا ایک صحت مندانہ پر لطف ورزش ہے۔ اور اس نقطہ نظر سے مرد اور عورت یکساں طور پر اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی دوڑ نہیں ہے جس میں آگے نکل جانا کوئی اعزاز ہو۔ اس لئے عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ مردوں کی طرح تیزی سے چڑھیں ......"

س۔ "کیا مطلب یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے کوہ پیمائی کے مختلف معیار ہیں؟"

ج۔ "معین طور پر اور ناپ تول کر تو یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ صرف عورتوں کی ٹیم بھی ایورسٹ پر جا چکی ہے (۱۹۷۵ء میں جن کو مقابلے کی حد تک سر کرنے کی مہم تھی) جاپانی خواتین پر مشتمل ایک ٹیم نے ایورسٹ کو سر کیا۔ جس میں مقابلے کی صاحبہ ایک شرپا کے ہمراہ چوٹی پر پہنچیں۔ اور اس طرح دنیا کی بلند ترین چوٹی پر پہنچنے والی پہلی خاتون کا اعزاز حاصل کیا) اس لئے اگر عورتوں کے لئے جو نسبتاً آہستہ چلتی ہیں مناسب پروگرام بنایا جائے اور اصل مقصود تیزی سے چڑھنا نہ ہو بلکہ صرف ٹارگٹ تک پہنچنا مقصود ہو تو کوئی دقت پیش نہیں آئیگی۔ یہ تو واضح ہے کہ مرد و عورت میں پیدائشی طور پر بنیادی فرق ہے۔ اس فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو یکساں بنانے کی بجائے اگر دونوں کی فطرت کے امتیازات کو اجاگر کر کے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ زیادہ مفید طریق ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی کا قد لمبا ہے تو اسے اپنے لمبے قد کے باعث جو سہولتیں ہیں۔ ان سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ پھر ہر آدمی کا ایک خاص انداز ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یہ سوچنا درست نہیں ہوگا کہ چونکہ ہمارا شیڈول تیزی سے چڑھنے کا ہے اس لئے صرف مرد جائیں یا یہ کہ اگر آہستگی سے جانا ہے تو صرف عورتیں جائیں۔ اگر دونوں کے اچھے پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر ایسا پروگرام بنایا جائے جس میں دونوں شامل ہو سکیں۔ تو یہ بہتر ہوگا۔ مثلاً اگر عورت مرد کی امتیازی خصوصیات کو

الگ الگ مدِنظر رکھکر پروگرام بنانے کی بجائے مجموعی لحاظ سے بہتر پروگرام بنایا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔"

س ۔ " تو گویا آپ مردوں عورتوں پر مشتمل مشترکہ ٹیم کے حق میں ہیں ؟"

ج ۔ " ہاں ۔ اکٹھے ۔ مشترکہ ۔ کچھ مرد اور کچھ عورتیں"۔

س " کوہ نوردی کا شوق آپ کو کب سے ہوا ؟"

ج " بچپن سے ۔ میرے والدین کو کوہ پیمائی کا بے حد شوق تھا ۔ دونوں ڈاکٹر تھے صحت کے بارے میں انہیں خصوصی دلچسپی تھی ۔ ان کا یہ خیال تھا کہ انسان کو سورج کے سامنے زندگی بسر کرنی چاہیئے ۔ یہ عین فطری اور صحت مندانہ طریق ہے ۔ وہ ٹوکیو کے شمال میں دیہاتی علاقے گوماکین (GUNMA - KEN) میں رہتے تھے ۔ میں تعلیم کی غرض سے ٹوکیو ہوتی تھی ۔ چھٹیوں میں وہ مجھے پہاڑوں میں لے جاتے تھے پہاڑوں کے قدرتی مناظر اور کھلی فضا میں سیر میری تفریحی خواہشات کا معراج بن گئے ۔"

س ۔ " یہ احساس آپ کو کب ہوا ؟ کہ آپ میں کوہ پیمائی کے لئے خصوصی صلاحیت (TALENT) ہے ؟"

ج ۔ " کالج کے پہلے سال میں نے ہائکنگ اور کوہ نوردی شروع کی ۔ ۱۹۶۷ء میں پہلی دفعہ سیاحت اور تفریح کی کوہ نوردی ۔ کے لئے یورپ گئی ۔ کالج میں

تیسرے سال کے دوران چٹانوں پر چڑھنے (ROCK CLIMBING) کی باقاعدہ عملی مشق شروع کی۔

س ا:۔ خصوصی صلاحیت کس مرحلے پر محسوس کی؟"

ج۔ ابتداء ہائیکنگ سے کی۔ کالج کے تیسرے سال سے سنجیدگی سے توجہ دینے لگی۔۔۔۔ غالباً آپ کے سوال کا یہ مطلب ہے کہ کیوں کوہ پیمائی شروع کی ۔۔۔۔۔ اس کا تو کوئی جواب نہیں۔ اس کی کوئی وجہ نہیں شاید یہ کہنا بھی عجیب ہو گا کہ کوئی دلیل نہیں۔ بہرحال جاپانیوں کے لئے تو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ہر کام یہ سوچ کر نہیں کرتے کہ اسے کیوں کیا جائے یا اس سے کیا فائدہ ہو گا بلکہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں اور ایسا کرنا انہیں اچھا لگتا ہے۔ مَیں نے بچپن سے یورپ کے ایک مفکر (غالباً ماروی) کی کہی ہوئی بات کئی بار سُنی ہے۔ کہ "جب پہاڑ ہے تو آئیے اس پر چڑھیں" کھانے کو دیکھتے ہی اسے کھانے کی خواہش بالکل قدرتی بات ہے۔ جب فطرت نے اپنے حسن کا ایک نہایت ہی خوبصورت نظارہ پہاڑوں میں پیش کیا ہے تو ایک جاپانی کے لئے پہاڑ پر چڑھنا زندگی کا حصّہ بن جاتا ہے یہ کہنا بہت حد تک درست ہو گا کہ کوہ پیمائی جاپانی معاشرت کا حصّہ ہے تو یہ ہوئی ایک وجہ!"

س۔" آپ ڈاکٹر ہیں اور غالباً کافی مصروف رہتی ہیں۔ آپ کوہ پیمائی کے لئے وقت کیسے نکال لیتی ہیں؟"

ایمائی ساں کو یہ سوال بہت دلچسپ لگا اور وہ خوب ہنسیں۔ کہا۔

"مصروفیت کی بھی آپ نے خوب کہی! ایک تو یہ بتائیں کہ کیا ہر شخص مصروف نہیں ہے؟"

ڈاکٹر ہی نہیں ہر شخص مصروف ہوتا ہے اگر ہم کسی کام کے لئے وقت نکالنا چاہیں تو نکال سکتے ہیں اور جب ہم کہتے ہیں کہ ہم مصروفیت کے باعث فلاں کام نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم اس کام کو اپنے پہلے کاموں کے مقابلہ میں کم اہم سمجھتے ہیں۔ میرے لئے کوہ پیمائی اتنی ہی اہم ہے جتنی کوئی بھی دوسری مصروفیت اس لئے یہ مسئلہ کبھی نہیں پیدا ہوا۔ کہ مَیں اس کے لئے وقت کیسے نکالوں۔"

س۔ کوہ پیمائی کے لئے ہر روز تو آپ جانے سے رہیں کبھی کبھی ہی جا سکتی ہوں گی۔ درمیانی وقفوں میں آپ جسم کو مستعد رکھنے کے لئے اور ایک لمبے وقفہ کے بعد اچانک سخت ورزش کے اثرات سے بچانے کے لئے کیا کرتی ہیں؟"

ج۔ اس کا تو جواب مشکل ہے لوگوں کا ہو سکتا ہے کہ خیال ہو کہ صحت کی بحالی کے لئے کوہ پیمائی کی جاتی ہے۔ میرا یہ خیال نہیں ہے البتہ میرے والدین مجھے پہاڑوں میں کھینچ لے جاتے تو وہ صحت ہی کے نقطہ نظر سے ایسا کرتے تھے لیکن مَیں پہاڑوں میں صحت کی تلاش میں نہیں جاتی۔ پھر بھلا میں وہاں جاتی ہی کیوں ہوں؟ بات دراصل یہ ہے کہ انسان

تنوع پسند ہے ۔ ایک ہی قسم کا کام کرتے کرتے ہم
اُکتا جاتے ہیں ۔ اگر ہم کبھی کبھی اپنا روزانہ معمول
بدل کر کوہ نوردی کے لئے نکل جائیں ۔ تو معمول
میں یہ تبدیلی بہت خوشگوار ہوگی اور ہمارے
لئے جسمانی اور روحانی آسودگی کا باعث بنے گی ۔
کام مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں ۔ اگر ہم اپنا
معمول اس طرح کا بنا لیں کہ وقفوں وقفوں سے ہم
عام ڈگر سے ہٹ کر ایسے کام بھی کریں جو روزانہ
کے معمول سے ہٹ کر ہوں تو یہ ایک مثبت طرزِ عمل
ہوگا ۔ ہر کام کے دوران ہمارے جسم کے تمام اعضاء
کام نہیں کرتے ۔ بعض کاموں میں ہاتھوں کا حصہ زیادہ
ہوتا ہے ۔ بعض میں ٹانگوں کا اور بعض میں صرف دماغ
کا ۔ اگر ہم ایک ہی طرح کا کام کرتے رہیں تو جسم کے
بعض حصوں کو ہم ضرورت سے زیادہ ورزش دیا کرتے
ہوں گے ۔ اور بعض دوسرے حصوں کو ہم نے مفلوج
کر دینے کی حد تک بیکار کر رکھا ہوگا ۔ مثلاً ایک شخص
ہے وہ پیدل چلنا پھرنا ہرگز نہیں ہے سارا دن
کرسی پر بیٹھا رہتا ہے ۔ تو اس کی ٹانگیں ضائع
ہو جائیں گی ۔ دوسری طرف اگر کوئی ایسا شخص ہے
جو بس چلتا پھرتا ہی رہتا ہے ۔ اور سوچ بچار کا کام
کبھی کیا ہی نہیں تو وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو ضائع
کر دے گا ۔ کوہ نوردی کی ورزش سے عام طور پر
ایسے اعضاء کو حرکت دینے کا موقعہ ملتا ہے جو عموماً
بیکار رہتے ہیں ۔ میرے نزدیک یہ نہایت مثبت
طرزِ عمل ہے ۔ بعض لوگ کیا کرتے ہیں ہفتے کے بعد
چھٹی جو ملتی ہے تو دوپہر تک پڑے سوئے رہتے ہیں
یہ کوئی اچھا طریق نہیں ہے ۔ پہاڑ پر جانا کام کے
دوران کے اثرات کو زائل کرنے کا کام دیتا ہے ۔

(اس سے پہلے موصوف نے اشارہ کیا تھا کہ
انسان اگر طاقتور ہو تو پہاڑ پر جا سکتا ہے اور ابھی آپ
نے کہا کہ پہاڑ پر صحت کی خاطر جانا چاہیئے ۔ اصل بات
یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں یہ دونوں مقاصد پورے ہو جاتے ہیں
انسان کے یہ مقاصد ہوں یا نہ ہوں پہاڑ پر جانے
سے اُسے ضرور یہ فوائد حاصل ہوں گے ۔ آپ
چاہے کسی مشروب کو اس کے خوشگوار ذائقہ کے لئے
پئیں اس کے پینے سے آپ کی پیاس تو بہرحال بجھے گی)

(باقی)
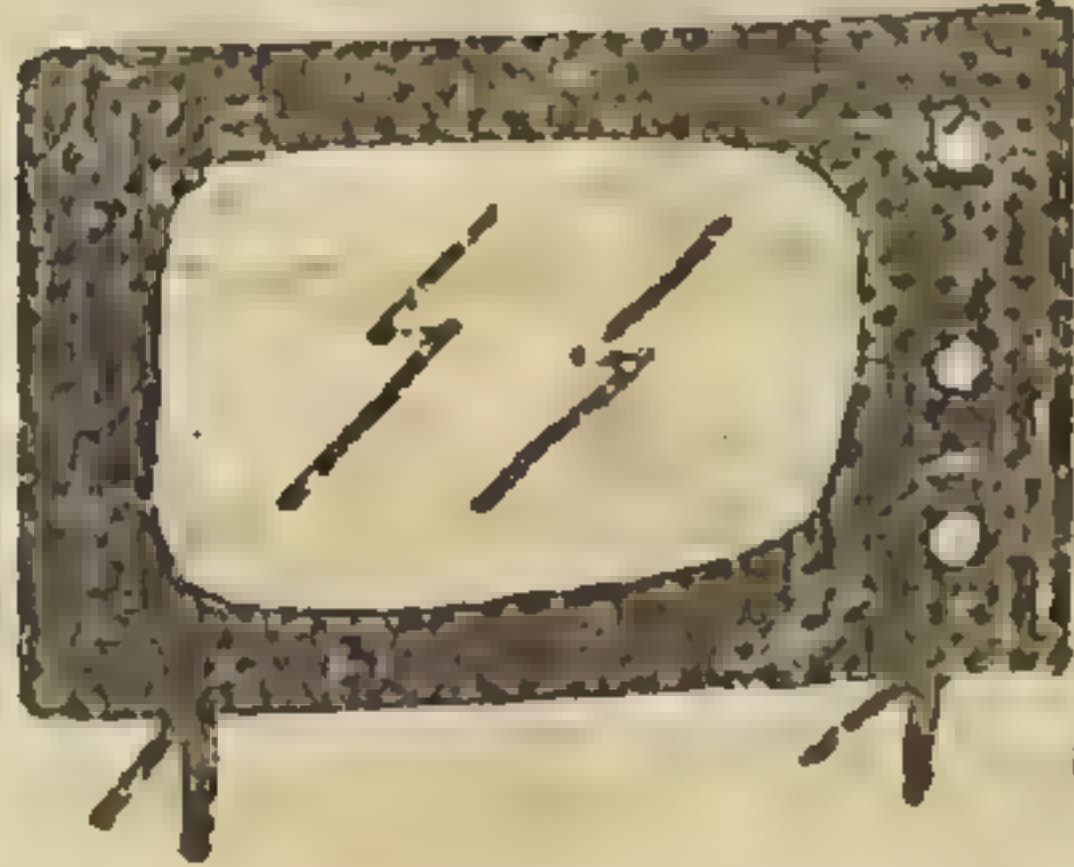
(آخری قسط)

شہ پارے

تحریر - جم کاربٹ

ترجمہ جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) ساہیوال -

باتیں جنگل کی

علمِ جنگلیات

دو ندیوں کے مابین جنگل کی پٹی کو میں اور میرا وفادار ماجوج اپنی ذاتی اور پرائیویٹ آماجگاہ سمجھتے تھے - عہد ہائے غلیل - تیر کمان اور توڑے دار بندوق سے لیکر جدید ترین رائفلوں کے زمانے تک ہم نے اس جنگل کا چپہ چپہ چھانا - اور جنگل کا علم جذب کیا - جانوروں اور پرندوں کی عادات کا مشاہدہ کیا - ان کے روزمرہ کے معمولات کا مطالعہ کیا - ان کی بولیوں کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی - اور ان کی بولیاں بولنے میں مہارت حاصل کی - اگرچہ بہت سے جانوروں کی آوازیں نکال سکنے پر انسانی حلق قادر ہی نہیں ہے ہر جانور کا جنگل کی زندگی میں ایک اہم کردار ہوتا ہے اس لحاظ سے میں نے جانوروں کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر رکھا تھا -

ا - خوش رنگ پرندے :-

جو جنگل کو محض حسن نظر نواز بخشنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے - مثلاً فیزنٹ - سوہن چڑی - طوطے - مور وغیرہ -

ب - گانے والے پرندے :-

یہ پرندے جنگل کو اپنے شیریں نغمات سے فردوس گوش بناتے ہیں - مثلاً - مینا - شاما - دآبن وغیرہ -

ج - مددگارِ افزائش پرندے :-

مختلف قسم کی مکھیاں - تتلیاں اور بھنگے وغیرہ جو زرگل کا تبادلہ کر کے پودوں اور پھولوں کی افزائش اور پھلنے پھولنے میں مدد دیتے ہیں -

د - چوکس پرندے :-

جو خطرناک جانوروں کی آمد کا مخصوص طریقے سے الارم دے دیتے ہیں - جیسے سرخ جنگلی مرغیاں - ڈرانگو - بیبلر (Babbler) وغیرہ

ر - آبادی کی منصوبہ بندی کے ذمہ دار پرندے -

یہ پرندے فاضل آبادی کو کم کر کے توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں - جیسے باز - عقاب اور اُلو وغیرہ -

س - مہتر پرندے -

یہ پرندے جنگل کی فضا کو سڑتی ہوئی لاشوں سے پاک رکھنے کے لئے انہیں چٹ کر جاتے ہیں ان میں گدھ - چیل اور کوے شامل ہیں -

جانور

ا۔ وہ جانور جو گلستانِ فطرت کی تزئین و آرائش کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسے غزال بارہ سنگا۔ اور چیتل وغیرہ۔

ب۔ وہ جانور جو جنگل میں ہل چلانے اور گوڈی دینے کا کام کرتے ہیں یہ ہیں ریچھ۔ سؤر اور سیہہ۔

ج۔ خطرے سے آگاہ کرنے والے جانور جیسے بندر۔ ہرن اور گلہریاں۔

د۔ آبادی کا توازن برقرار رکھنے والے جانور۔ مثلاً شیر۔ چیتے اور جنگلی کتے۔

س۔ صفائی کرنے والے جانور۔ مثلاً گیدڑ۔ لگڑ بگڑ اور سؤر۔

رینگنے والے جانور

ا۔ زہریلے۔ مثلاً ناگ۔ کریٹ اور وائپر۔

ب۔ غیر زہریلے۔ جیسے اژدھے۔ گھاس کے سانپ اور چوہے خور سانپ۔

ہمیں صبح صبح جنگلی مرغیوں اور موروں کے شکار پر جاتے وقت پہلے ایک چھوٹی سی ندی کو ایک گرے ہوئے درخت پر سے گذر کر پار کرنا ہوتا تھا۔ پار کرنے سے قبل مجھے یہ تسلی کر لینی پڑتی تھی کہ ندی کے پار والے جنگل کے حصے میں کوئی شیر یا چیتا تو موجود نہیں۔ ندی کے ادھر بائیں ہاتھ گھنا جنگل تھا جہاں شیروں کی کچھاریں تھیں۔ شیر عموماً غروب آفتاب کے بعد جنگل سے نکل اس ندی کو پار کرتے تھے اور سورج نکلنے سے پہلے واپس ہو جاتے تھے۔ ندی کے کنارے کا بغور معائنہ کرنے سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آیا کوئی درندہ ہماری شکارگاہ کی جانب گیا ہے یا نہیں۔ اگر پاؤں کے نشان یکطرفہ ہوتے تو میں وہاں جانے سے باز رہتا کیونکہ اس سے ظاہر تھا کہ شیر صاحب کی واپسی ہنوز نہیں ہوئی۔ اس ندی کے کنارے کے مطالعے نے میرے علم میں بیحد اضافہ کیا۔ ہر قسم کے چوپائے سانپ گرگٹ ٹڈے وغیرہ اسے پار کرتے اور قدموں کے سراغ ریت میں کہانیاں چھوڑ جاتے ۔

سائنس کی دُنیا

سائنسی خبریں

(جناب قریشی مسعود احمد ناصر۔ فیصل آباد)

نئی خوردبین

امریکہ میں ماہرین طبیعیات نے ایک ایسی خوردبین بنائی ہے جسے مختلف بافتوں (TISSUES) اور خلیوں (CELLS) کی کیفیت و ماہیت جاننے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بے زمین کاشت

عام طور پر فصل حاصل کرنے کے لئے بیج کو زمین میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن بڑھتی ہوئی آبادی اور قابل کاشت زمین کی کمی کے پیش نظر اب اس قسم کے تجربات بھی کئے جا رہے ہیں کہ سبزیوں کو زمین کی مدد کے بغیر کیسے حاصل کیا جائے ابتدائی تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ ایسا ممکن ہے۔ مزید تجربات جاری ہیں۔

عجیب و غریب مائیکروفون

بیل لیبارٹریز کے سائنسدانوں نے ایک ایسا مائیکروفون بنایا ہے کہ اگر اسے بڑے کمرے میں لوگوں کے درمیان رکھ دیا جائے تو اس سے کسی مخصوص شخص کی آواز کو پکڑا جا سکتا ہے نیز اس آلہ پر شور و غل کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

شور زدہ زمین کی اصلاح

پاکستان کی جوہری توانائی کمیشن کے ادارہ برائے زرعی حیاتیات فیصل آباد میں کئے گئے تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر شور زدہ زمین میں کلر گھاس اگائی جائے تو کچھ عرصہ بعد یہ زمین اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس میں ڈھانچہ اگایا جا سکے۔ اور پھر اس کے بعد دوسری فصلیں مثلاً چاول۔ گندم وغیرہ کی کاشت بھی کی جا سکتی ہے۔ اس طریقہ سے کاشت کار۔ زیادہ رقم خرچ کئے بغیر اپنی شور زدہ زمینوں کی اصلاح بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔

امتحانی نلی میں آلو کی مصنوعی کاشت

جرمنی کے شہر میونخ میں سائنسدانوں نے امتحانی نلی میں مصنوعی طور پر آلو اگانے کے کامیاب تجربات ٹشو کلچر (TISSUE CULTURE) کے ذریعہ کئے ہیں۔ گو ان تجربات کی نوعیت ابھی ابتدائی ہے۔ اب یہ کوشش جاری ہے کہ اس،

طریقہ سے آلوؤں کی مختلف اقسام کو بیج کی صورت میں تیار کیا جا سکے۔

سائنسدانوں کے مطابق اس طریقہ عمل سے آلوؤں اور دیگر نباتات کی پیداوار میں ایک زبردست انقلاب آنے کی توقع ہے۔

ایک نئی ریل گاڑی

جرمنی کے شہر ہیمبرگ میں ایک ایسی گاڑی آزمائشی طور پر چلائی جا رہی ہے جو بغیر پہیوں سے چلے گی یہ ایک مقناطیسی گاڑی ہو گی۔

یہ ٹرین ۲۶ میٹر لمبی ہے اس میں ۶۸ نشستیں ہیں۔ ماہرین کے مطابق اس کی رفتار ۸۰۔۱۰۰ میل کے لگ بھگ ہو گی۔

زیادہ نہانا نقصان دہ ہے؟

مغربی جرمنی کے ایک جلدی امراض کے ماہر ڈاکٹر ہملیٹ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ مسلسل دن میں کئی مرتبہ نہانے سے وہ قدرتی بیکٹریا ختم ہو جاتے ہیں جو انسانی جلد کی حفاظت کرتے ہیں۔ صابن اور کلورین ملے پانی سے ایسے مفید بیکٹریا تباہ ہو جاتے ہیں۔ ماہر امراض کے ایک اندازہ کے مطابق تیراک اور دوسرے بہت زیادہ نہانے والے لوگ اکثر جلدی امراض کا شکار نظر آتے ہیں۔

ایک نئی تحقیق

موسمیاتی سیارچوں سے اب کئی قسم کے کام لئے جا رہے ہیں۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اب ان کی مدد سے موسمی حالات کو قابو میں لایا جا سکتا ہے مثلاً بارش کی مقدار کو بدلنا۔ طوفان کی شدت کم کرنا اور اس کا رُخ بدلنا۔ برفباری یا دھند کم کرنا وغیرہ۔

سائنسدانوں کے تجربات کے مطابق اب ان کی بدولت بڑے پیمانے پر مختلف علاقوں کی آب و ہوا کو بدلنا بھی بعید از امکان نہیں رہا۔

سرطان کے لئے مؤثر دوائی

کیلیفورنیا یونیورسٹی کے ایک سائنسدان ڈاکٹر مارٹن اپیل کے مطابق سرطان کے علاج کے لئے ایک دوائی تیار ہو گئی ہے جس کا نام ازیٹومائی سین ہو گا۔ ماہرین کے مطابق اس کی ایک خوراک کے استعمال سے سرطان کے کروڑوں سیلز CELL تلف ہو جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ابتدائی تجربات چوہوں پر کئے گئے ہیں جو کافی حوصلہ افزا ہیں۔ ڈاکٹر اپیل کے مطابق یہ امید کی جا سکتی ہے کہ زمانہ قریب میں اس موذی مرض کا خاطر خواہ علاج دریافت کر لیا جائے گا۔ اور یہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت ہو گی ❊

بقیہ صفحہ ۸ بھی تھے (مفصل فہرست "تریاق القلوب" میں شائع شدہ ہے) بطور نمونہ چار قطب ہانسوی سندھالہ شریف خانقاہ حضرت مخدوم بہاء الدین وسرساوہ خانقاہ حضرت شاہ حبیب الرحمٰن کے مشہور سجادہ نشین طریقت خلیل الرحمٰن جمالی نے لکھا:۔

"ہم سب مسلمان جن کے دستخط ذیل میں درج ہیں شہادتِ صادقہ ادا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دام عنایتہٗ نے جو پنڈت لیکھرام وغیرہ دشمن خدا تعالیٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سچے دین اسلام کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر پیشگوئی کی تھی وہ خدا تعالیٰ عزیز و مقتدر مؤید الصادقین جلّ شانہٗ نے عین میعاد کے اندر اپنے تمام لوازم کے ساتھ پوری کی اور اس پیشگوئی میں مرزا صاحب اور کسی اہلِ اسلام کی کسی نوع کی سازش نہیں ہے یہ خاص خدا تعالیٰ کا فضل تھا جو عین وقت پر اسلام کی صداقت میں اپنی شوکت و عظمت سے ظاہر ہوا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۲۹ تالیف ۱۸۹۹ء)

حق یہ ہے کہ دشمنِ رسول پنڈت لیکھرام اسی "تیغ برّان محمدؐ" سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جس سے تیرہ صدیاں قبل شاہِ ایران خسرو پرویز کو قتل کیا گیا۔ تفصیل اس بھاری معجزہ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۶۲۸ء میں کسریٰ (بادشاہ ایران) کو بذریعہ تبلیغی مکتوب دعوتِ اسلام دی جس پر اس نے نہایت گستاخی سے یہ مکتوب پھاڑ دیا۔ اور اپنے گورنر یمن باذان کے نام آنحضرتؐ کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے گورنر نے اس کی تعمیل میں دو فوجی افسر بابویہؓ اور خرخسرہ مدینہ بھجوائے۔ یہ لوگ حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنا مدّعا بیان کیا۔ حضور نے چنداں التفات نہ فرمایا۔ اور فرمایا۔ میں کل اس کا جواب دوں گا۔ دوسری صبح جب وہ حاضر ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جلال و تمکنت کے ساتھ ارشاد فرمایا:۔

"اِذْهَبُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ فَقُوْلُوْا اِنَّ رَبِّيْ قَدْ قَتَلَ رَبَّكَ اللَّيْلَةَ"

(خصائص الکبریٰ للسیوطیؒ جلد ۲ صفحہ ۹)

یعنی جا کر اپنے گورنر سے کہہ دو کہ آج رات میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔

چنانچہ چند روز کے بعد ہی یہ اطلاع پہنچ گئی۔ کہ ٹھیک اسی رات جس کی نسبت آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے الہام پا کر یہ حیرت انگیز انکشاف فرمایا تھا خسرو پرویز اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مؤرخ اسلام حضرت شیخ حسن دیار بکری کی تحقیق کی رو سے قتل کا یہ اعجازی نشان ۱۳ر جمادی الاولیٰ بشب سہ شنبہ ۱۸ر ستمبر ۶۲۸ء کو رات کی ساتویں گھڑی کے بعد رونما ہوا (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۳۹ مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ)

لے ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۹

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

"لیکھرام کا قصہ کسریٰ یعنی خسرو پرویز کے قصے سے نہایت شدید مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ جس طرح کسی ہندو نے جو اپنے تئیں نو مسلم قرار دیتا تھا لیکھرام کے پیٹ پر حربہ چلایا۔ اسی طرح شیرویہ نے خسرو کے پیٹ پر حربہ چلایا۔ اور ان دونوں واقعات لیکھرام اور کسریٰ سے اس وقت خبر دی گئی تھی جبکہ کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ایسا واقعہ عنقریب ہم سنیں گے .... اور جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسریٰ کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا کہ وہ سخت دشمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکھرام کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا۔ کیونکہ وہ بھی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن اور بدزبان تھا۔ ہاں کسریٰ اور لیکھرام میں یہ فرق تھا کہ کسریٰ ایک بادشاہ تھا جو اپنی عداوت کے جوش میں تلوار سے کام لے سکتا تھا۔ اور لیکھرام ایک برہمن عوام ہندوؤں میں سے تھا جس کے پاس بجز بدزبانی اور فحش گوئی اور نہایت قابل شرم گالیوں کے اور کچھ نہ تھا۔ اور کسریٰ ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اور لیکھرام نے آنجناب کی مقدس شان اور راستبازی اور نبوت کے پاک چشمہ پر حملہ کرنا چاہا۔ اس لئے خدا نے جو اپنے پیاروں کے لئے غیرتمند ہے کسریٰ کے واقعہ سے تیرہ سو برس بعد پھر اپنے پاک نبی کی عزت اور راستبازی کی حمایت کے لئے لیکھرام کی موت سے وہ معجزہ دوبارہ دکھلایا جو فارس کے پایۂ تخت میں خاص ایوان شاہی میں شیرویہ کے ہاتھ سے دکھلایا گیا تھا۔ اس سے ہر ایک انسان کو سبق ملتا ہے کہ خدا کے پیاروں اور برگزیدوں کی عزت یا جان پر حملہ کرنا اچھا نہیں ہے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو ۔۔۔ از مکافاتِ عمل غافل مشو"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۰۶-۱۰۷ طبع اول مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

Monthly KHALID Rabwah
Editor : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD

Regd. No. L5830

March 1979

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا